خطباتِ سلف

علمائے کرام سے خطاب

ترتیب وانتخاب
حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالن پوری
شیخ الحدیث ادارۂ دینیات، ممبئی

- مولانا روم علیہ الرحمہ
- شیخ عبدالقادر جیلانی
- سیّد احمد کبیر رفاعی
- حضرت جی مولانا یوسف
- حضرت جی مولانا انعام الحسن
- مولانا سعید خاں صاحب
- مولانا عبید اللہ بلیاوی
- علامہ یوسف بنوری
- علامہ شبیر احمد عثمانی
- مولانا بدر عالم میرٹھی
- قاضی محمد زاہد الحسینی
- مولانا محمد علی جالندھری
- قاضی اطہر مبارک پوری
- شاہ مسیح اللہ خاں صاحب
- مفتی رشید احمد لدھیانوی
- مولانا محمد یونس پونہ

خطبات سلف

علمائے کرام سے خطاب

جلد سوم

{جمع ترتیب}

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری
شیخ الحدیث وخادم مکاتب قرآنیہ ممبئی

(ناشر)

الامین کتابستان دیوبند (یوپی)

نام کتاب : خطباتِ سلف (جلد سوم)

علماء کرام سے خطاب

ترتیب : حضرت مولانا حفظ الرحمن پالنپوری (کاکوسی)

کمپیوٹر کتابت : عابد کمپیوٹر گرافکس 02554-231855

ناشر : الامین کتابستان دیوبند (یوپی)

اشاعت اوّل : ۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

صفحات :

قیمت :

ملنے کے پتے

فردوس کتاب گھر ممبئی، مکتبہ رشیدیہ چھاپی، مکتبہ ملت دیوبند، مکتبہ ابن کثیر ممبئی، مکتبہ الاتحاد دیوبند، نصیر بکڈپو دہلی

انتساب

والد مرحوم رحمۂ اللہ اور مشفق والدۂ محترمہ کے نام
جنہوں نے نامساعد حالات میں بھی علوم اسلامیہ عربیہ کی تعلیم
میں لگا کر مجھ پر احسان عظیم فرمایا، اللہ تعالیٰ والد مرحوم کی بال بال
مغفرت فرمائے اور والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت کو تا دیر قائم رکھے۔

مشفق اساتذۂ کرام کے نام جنہوں نے انتہائی شفقت اور
مہربانی فرما کر دو لفظ لکھنے پڑھنے کے قابل بنایا، اللہ تعالیٰ تمام
اساتذہ اور محسنین کو اپنے خزانۂ غیب سے جزا عطا فرمائے۔

فہرست مضامین

عناوین صفحہ نمبر

مثنوی کے پانچ اشعار

(صاحب مثنوی حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ)

علم ذریعۂ معرفت

(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

کلمات حکمت

(سید العارفین سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ)

باطل طاقتوں کے عروج کی آخری حد

(رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ)

علماء کے ذمہ نبوت کی ذمہ داریاں

(حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

درجات علم

(داعیٔ کبیر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تعلیم دعوت اور خلوت میں مقدم کون؟

(داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ)

انبیاء کی میراث

(حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ)

اسلام کے دور اول کی مختصر تاریخ

(حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

قادیانیت کے خدوخال

(حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ)

دینی مدارس کی عظمت

(حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ)

باطل کی سازشیں

علم ذریعہ شرافت

(حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ)

مدارس اسلامیہ اور عصری علوم

(فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ)

علماء وارثین انبیاء ہیں

(حضرت مولانا محمد یونس صاحب پونہؒ)

تقریظ

مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ کاپودروی دامت برکاتہم

رئیس الجامعہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ”فَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یاددہانی کرتے رہو، یاددہانی کرنا مومنین کو نفع دیتا ہے اس لیے ہر دور میں علمائے امت نے تذکیر کا فریضہ ادا کیا ہے، کوئی وعظ وارشاد کے ذریعہ اس فریضہ کو ادا کرتا ہے تو کوئی تحریر کو وسیلہ بناتا ہے۔

دور نبوت سے جتنا بعد ہو رہا ہے امت میں اعمال میں کوتاہیاں بڑھ رہی ہیں مگر دور آخر میں بھی علماء، ربانیین برابر اصلاح کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک مجددین اور مصلحین کا سلسلہ جاری رہے گا۔

مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری قاسمی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے امت کے ہر طبقہ کے لیے بہت مفید مضامین ہمارے اکابرین اور علمائے راسخین کی کتابوں سے جمع کر کے شائع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، بندہ نے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے امت کے ہر طبقہ کے لیے بہت مفید مضامین ہمارے اکابرین اور علمائے راسخین کی کتابوں سے جمع کر کے شائع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے، بندہ نے اس کے عنوانات پر نظر ڈالی تو اس کو بہت مفید پایا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور امت کے ہر فرد کو اس سے استفادہ کرنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

انسان کو اپنی اصلاح کے لیے یا تو بزرگوں کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے یا ان

کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے، مولانا موصوف کی یہ کتابیں ''خطبات سلف'' مکمل اصلاح امت کے لیے بہت مفید ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ

۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

نمونہ اسلاف حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جن مختلف کمالات سے نوازا ہے، ان میں سے ایک بیان اور خطاب کی صلاحیت بھی ہے کہ وہ عمدہ اور دل نشین پیرایہ میں اپنے مافی الضمیر کو مخاطبین کے سامنے پیش کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن خصوصیات اور امتیازات سے نوازا تھا، ان میں سے ایک جوامع الکلم بھی ہے یعنی الفاظ کم ہوں اور اس کے معانی اور مدلولات زیادہ ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت اور امتیاز کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقہ اور طفیل میں آپ کے علوم کے وارثین حضرات علماء کو بھی دیا گیا، جس کے ذریعے علماء کا یہ طبقہ ہر زمانے میں امت کی اصلاح وتربیت کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں علمائے سابقین کی مختلف علمی واصلاحی خدمات کو جمع اور مرتب کرنے کا ایک مستقل سلسلہ جاری ہے، چنانچہ علمائے سابقین کے اس علمی ذخیرہ کو دور حاضر کے علماء مختلف عنوانات کے ماتحت ترتیب دے کر امت کے سامنے پیش کر رہے ہیں، جس کا مقصد ایک ہی موضوع پر مختلف اکابر علماء ومشائخ کے افادات یکجا طور پر قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ہے، اسی نوع کا ایک سلسلہ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب پالنپوری زید مجدہم نے شروع کیا ہے جس میں ''خطبات سلف'' کے عنوان سے مختلف موضوعات پر اکابر واسلاف امت کے خطابات کو پیش کیا جارہا ہے، چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے اس زیر ترتیب کتاب کی پانچ جلدیں ہیں، جن میں سے تین جلدوں میں علمائے کرام کو

مخاطب بنا کر دیے گئے خطبات کو جمع کیا گیا ہے اور دوسری دو جلدوں میں طلبہ کرام کو مخاطب بنا کر دیے گئے۔

خطبات کو جمع کیا گیا ہے، بہر حال اپنے موضوع پر ایک اچھوتے انداز میں کی گئی یہ علمی کاوش قابل مبارک باد ہے اور حضرات علماء و طلبہ کے لیے خاصہ کی چیز ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی جمیل کو حسن قبول عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

فقط

املاہ: احمد خانپوری

۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

پیش لفظ

اصلاح خلق اور رشد و ہدایت کے مجملہ اسباب کے ایک قوی سبب وعظ وارشاد، خطابت و تقریر اور پند و نصیحت ہے یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے اس کا سلسلہ چلا آرہا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف موقعوں کے بے شمار خطبات کتب حدیث میں مذکور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات نہایت سادہ ہوتے تھے، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں خطبہ دیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں عصاء ہوتا تھا، اور میدان جنگ میں خطبہ کے وقت کمان پر ٹیک لگاتے تھے، جمعہ اور عیدین کا خطبہ تو معین تھا لیکن اس کے علاوہ خطبہ کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب ضرورت پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی البدیہ خطبہ کے لیے تیار ہو جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات سادہ اور پر اثر ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہا چنانچہ ہمارے ان اسلاف کے خطبات و مواعظ بھی تاریخ و سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں، اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

امت محمدیہ میں ہر دور اور طبقہ میں وہ پاکیزہ نفوس، برگزیدہ ہستیاں، اولیاء اتقیاء، صلحاء ابرار اور پاک باطن افراد رہیں گے جو امت کو اسلام کے نور سے منور کرتے رہیں گے۔

امت محمدیہ کا کوئی دور ان پاکیزہ نفوس اور نیک طبیعت افراد سے خالی نہیں رہے گا۔

فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے

لاتزال طائفة من امتی ظهرين على الحق لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم الی قیام الساعة

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، انہیں ضرر پہنچائے گا ان کو خود ذلیل کرنا چاہے گا اور نہ وہ جو ان کی مخالفت کرے گا، قیامت تک ہزاروں مخالفتوں کے نرغے میں بھی وہ اپنے رشد و ہدایت کے کام میں لگی رہے گی اور یہ بات بدیہی ہے کہ مواعظ و خطبات سے انسانی قلوب میں فضائل اور خوبیوں کی تخم ریزی ہوتی ہے جس سے نیکی کی راہ میں ثابت قدمی کے جذبات بنتے ہیں اور اس راہ کی تکالیف اور دشواریوں کو برداشت کرنا سہل ہو جاتا ہے، اور زندگی کی متاع عزیز کو اعمال صالحہ سے سنوارنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا..... **وان من البیان لسحرا**..... بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں، جو جادو کا سا اثر کرتے ہیں، دل پر بیان کے کسی جملہ یا لفظ کی چوٹ لگتی ہے تو زندگی کا رخ بدل جاتا ہے۔

احقر کے دل میں پچھلے تین سالوں سے یہ خیال کروٹ لے رہا تھا کہ ہمارے اسلاف و اکابر کے وہ ایمان افروز اور قیمتی خطبات و مواعظ جو متفرق اور مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں..... اگر ترتیب وار اور طبقہ وار ان کو یکجا کیا جائے تو اس سے بڑے نفع کی توقع ہے..... آخر توفیق ایزدی سے تدریجی طور پر کام شروع کر دیا..... الحمد للہ کہ راہیں بھی وہی سجھاتے ہیں اور سہل بھی وہی کرتے ہیں۔

ان خطبات ومواعظ میں ترتیب یہ رکھی گئی کہ اسلاف واکابرین کے وہ خطبات جو علماء کے مجمع میں ہوئے......طلبہ کے مجمع میں ہوئے......خواتین سے ہوئے...... خواص کے مجمع میں ہوئے......اور حجاج کرام میں ہوئے......ان سب کو طبقہ وار علیحدہ کیا گیا۔ پہلی، دوسری اور تیسری جلد میں اکابر کے وہ خطبات ہیں جو علماء کے مجمع میں ہوئے، (جس میں تقریباً اڑتالیس ۴۸ بیانات ہیں) چوتھی اور پانچویں جلد میں وہ خطبات ہیں جو طلباء کے سامنے کیے گئے، (جس میں چالیس ۴۰ بیانات ہیں) اس طرح ترتیب وار پانچ جلدوں میں علماء اور طلباء سے خطاب والے مواعظ مکمل ہوئے اور آگے اس طرح طبقہ وار ترتیب جاری رہے گی ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اپنی توفیق شامل حال فرمائے اور راہ کی ساری دشواریوں اور رکاوٹوں کو دور فرمائے۔

اکثر بیانات تو متفرق کتابوں میں آسانی سے دستیاب ہوگئے البتہ بعض بیانات کے لیے کافی دشواریوں کا سامنا بھی ہوا، بعض اکابرین کے مستقل بیانات نہیں مل سکے اور نہ ملنے کی کوئی سبیل تھی تو ان کے ملفوظات ومجلس سے مفید اقتباسات لئے گئے۔

بعض بیانات زیادہ طویل تھے تو ان میں کچھ اختصار کیا گیا۔

ہر بیان میں جگہ جگہ عناوین ڈالے گئے، بعض بیانات میں عناوین تھے تو ان میں اضافہ کیا گیا، کچھ جگہ عناوین میں ترمیم بھی کی گئی۔

ہر بیان کے شروع میں اس کا نام تجویز کیا گیا، اکثر بیانات میں نام موجود تھے وہ برقرار رکھے گئے، کچھ جگہ نام تبدیل بھی کیے گئے۔

ہر بیان کے شروع میں وہ ایک اقتباس اسی بیان کا لکھا گیا جس سے پورے

بیان کا خلاصہ سامنے آجائے۔

سارے بیانات ہمارے ان اکابرین کے لیے گئے ہیں جو دنیا سے وفات پاچکے ہیں، موجودہ اکابرین کے بیانات شامل نہیں کیے گئے۔

بلا کسی اصول کے سردست ہمارے جن اکابرین کے بیانات موصول ہوتے گئے شامل کیے گئے، متوفین میں ہمارے کئی اکابرو اسلاف کے بیانات موصول نہیں ہوسکے، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اکابرو اسلاف کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

آخر میں احقر ان تمام علماء کرام، بزرگان دین اور دوست واحباب کا تہہ دل سے شکر گذار ہے جن کی کتابوں سے یا جن کے توسط سے بیانات موصول ہوئے، اور جنہوں نے ترتیب وجمع اور تصحیح میں کسی کا بھی تعاون کیا، اور جنہوں نے کسی طرح کے مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے، اور اس سلسلہ کو احقر کے لیے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت بنائے، اور امت کے خواص وعوام میں اس کو شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کتبہ حفظ الرحمن پالن پوری (کاکوسی)

خادم مکاتب قرآنیہ بمبئی۔

۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۶ رجنوری ۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ---------- (۳۴)

مثنوی کے پانچ اشعار

{افادات}

صاحب مثنوی حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ

اصلاح علماء سے متعلق مثنوی کے پانچ اشعار کی
حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کی دلنشین تشریح

اقتباس

یادرکھو کہ تمام علوم کی روح صرف یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ کل قیامت کے دن ہم کس بھاؤ میں خریدے جائیں گے یعنی اگر اخلاص قلب میں نہ ہوا اور مخلوق میں ہاتھ پیر اس وقت چومے جارہے ہیں تو قیامت کے دن یہ مقبولیت بین الخلق سودمند نہ ہوگی۔

جان جملہ علماء این است واین
کہ بدانی من کیئم در یوم دین

پیراگراف از حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

مثنوی کے پانچ اشعار

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

صد ہزاراں فضل دارد از علوم جان خود رامی نداند ایں ظلوم

جان جملہ علمہا ایں است وایں کہ بدانی من کیئم در یوم دیں

علم نبود الا علم عاشقی ماقی تلبیس ابلیس شقی

خم کہ از دریا دروراہے شود پیش او جیحو نہا زانو زند

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

پہلا شعر

صد ہزاراں فضل دارد از علوم جان خود رامی نداند ایں ظلوم

مولانا رومی ارشاد فرماتے ہیں کہ علماء ظاہر سینکڑوں ہزاروں علوم وفنون اپنے سینوں میں رکھتے ہیں، لیکن ان علوم کی اصلی روح یعنی تعلق مع اللہ اور محبت الٰہیہ اپنی جانوں میں حاصل کرنے کا یہ ظالم اہتمام نہیں کرتے۔

دوسرا شعر

جان جملہ علمہا ایں است واین کہ بدانی من کیئم در یوم دین

یادرکھو کہ تمام علوم کی روح صرف یہ ہے کہ تم جان لو کہ کل قیامت کے دن ہم کس بھاؤ میں خریدے جائیں گے یعنی اگر اخلاص قلب میں نہ ہوا اور مخلوق میں ہاتھ پیر اس وقت چومے جارہے ہیں تو قیامت کے دن یہ مقبولیت بین الخلق سودمند نہ ہوگی۔

تیسرا شعر

علم نبود الا علم عاشقی مابقی تلبیس ابلیس شقی

علم حقیقی صرف اللہ سے قوی رابطہ قائم کرتا ہے اور اگر یہ دولت حاصل نہ ہوئی تو پھر یہ علم ابلیس لعین کا دھوکہ وفریب ہے یعنی جس طرح ابلیس باوجود علم تمام علوم شریعت امت موجودہ وامم سابقہ کے مردود ہے اسی طرح وہ علوم محضہ جو مقرون بالعمل نہ ہوں اور تعلق مع اللہ ان سے حاصل نہ ہو تو ان پر ناز وپندار وقناعت سخت دھوکہ ہے۔ علم مقبول کی لازمی صفت خشیت الٰہیہ ہے كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اور خشیت ملزوم ہے عمل کو۔ پس بدون خشیت کے علوم پر مطمئن رہنا سخت نادانی ہے۔

چوتھا شعر

خم کہ از دریا درورا ہے شود پیش او جیحو نہا زانو زند

جس طرح کسی مٹکے کو اگر سمندر سے تعلق اور رابطہ عطا ہوجائے تو اس مٹکے کے سامنے بڑے بڑے دریائے جیحون زانوئے ادب طے کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ان علوم ظاہرہ کے ساتھ اے علما تم حق تعالیٰ سے قوی رابطہ قائم کرلو گے تو تمہارے ان

علوم میں بھی چار چاند لگ جائیں گے یعنی عجیب عجیب علوم و معارف افاضۂ غیبیہ سے اپنے اندر پے در پے محسوس کروگے اور بڑے بڑے علمائے ظاہر تمھارے سامنے زانوئے ادب طے کریں گے کیونکہ تعلق من البحر کے فیض سے یہ مٹکا خشک نہ ہوگا اور دریائے جیحون خشک ہوسکتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دیو بند فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات ایک سوال کے جواب کے وقت اتنے عنوانات و دلائل القاء ہوتے ہیں کہ میں حیران ہوجاتا ہوں کہ کس دلیل کو پہلے بیان کروں اور کس کو بعد میں۔

پانچواں شعر

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

مگر اس مٹکے کو تعلق من البحر کس طرح حاصل ہوگا۔ حق تعالیٰ سے رابطۂ قویہ اور محبت مطلوبہ حاصل ہونے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے قیل و قال کو کچھ دن کے لیے ترک کرکے کسی اہل دل عالمِ باعمل کی خدمت وصحبت میں رہ پڑو تب صحیح طور پر صراط مستقیم پر عمل نصیب ہوگا۔ صراط مستقیم مبدل منہ ہے جس کا بدل صراط منعم علیہم نبیین صدیقین اور شہداو صالحین ہیں۔ وَکُلُّ هٰذَا مَنْصُوْصٌ فِي الْقُرْاٰنِ اور مقصود کلام میں بدل ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ کسی منعم علیہ بندے کی صحبت اختیار کرنے سے دین کی صحیح روح اخلاص و احسان کی نعمت کا عطا ہونا عادۃ الٰہیہ ہے اور شاذ و نادر اس عادت کا تخلف کالمعدوم ہے (مثل حضرت خضر علیہ السلام) عام قانون کی پابندی مامور بہ اور مطلوب ہے۔

مرد کامل سے مراد

مرد کامل سے مراد وہ متبع سنت ہے جو کسی بزرگ کا صحبت یافتہ اور اجازت یافتہ بھی ہو مرد کامل کے سامنے پامال ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے رائے و تجویز کو فنا کر کے اس کی رائے اور تجویز پر چند دن مجاہدہ کر کے عمل کیا جائے تب یہ قال اس منعم علیہ مرد کامل کی صحبت سے حال بن جاوے گا۔ خلاصہ یہ کہ صاحب قال اگر صاحب حال بننا چاہے تو کسی اہل دل کی صحبت اختیار کرے مرد کامل میں کمال کلی مشکک ہے ورنہ یہ کمال بالمعنی الحقیقی صرف سرور عالم محمد مصطفٰی ﷺ کے لیے مخصوص ہے لیکن مجازاً اولیاء اللہ کے لیے بھی بوجہ کمال اتباع سنت نبویہ ﷺ بمقابلہ عامۃ الناس مستعمل ہوتا ہے۔ (من فیوض مرشدی)

ولنعم ما قال مولانا محمد احمد صاحب (پرتاب گڈھی)

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

پانچ اشعار کی مثنوی اردو

ان اشعار کی مثنوی اردو

گرچہ سیکھے سینکڑوں علم و ہنر — جان سے اپنی مگر ہے بے خبر
جان جملہ علم و فن یہ جان لو — کل قیامت میں نہ تم رنجان ہو
علم ہے دراصل علم عشق حق — یہ نہ ہو تو ہے وہ قفل راہ حق
وصل ہو دریا سے مٹکے کا اگر — سامنے جیحون کا جھک جائے سر
چھوڑ کر کے سب تو اپنا قیل وقال — جا تو رہتا ہو جہاں مرد کمال

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان ------------ ۳۴

غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر
واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

علم ذریعہ معرفت

{خطاب}

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

یہی قرآن جو کاغذوں اور تختیوں پر لکھا ہوا ہے اللہ عزوجل کا کلام ہے کہ ایک کنارہ اس کے ہاتھ میں ہے اور ایک ہمارے ہاتھ میں ہے، اللہ کو اختیار کر، اسی کا ہو کر رہ، اسی سے تعلق رکھ کہ وہ دنیا اور آخرت کی ساری ضروریات میں تجھ کو کافی ہو جائے گا، اور تیری حفاظت فرمائے گا حیات و ممات میں۔

اس کی سیاہی کو جو سفیدی پر ہے (یعنی اوراق پر لکھے ہوئے کلام اللہ کو مضبوط پکڑ، اس کی خدمت کرتا کہ وہ تیری خدمت کرے اور تیرے قلب کا ہاتھ پکڑے۔

پیرگراف از بیان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

حق تعالیٰ کے معاملات میں مخلوق کی موافقت نہ کر

حق تعالیٰ کی تدبیر اور اس کے علم میں اپنے نفسوں اور اپنی طبیعتوں کو اس کا شریک مت بناؤ، (کہ خدا کی طرح ان کو اپنی مصلحتوں کا واقف اور صاحب تدبیر سمجھنے لگو) اور اس سے ڈرو اپنے معاملات میں بھی اور دوسروں کے معاملات میں بھی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ''مخلوق کے معاملات میں حق تعالیٰ کی موافقت اختیار کر اور حق تعالیٰ کے معاملات میں مخلوق کی موافقت مت کر۔

ٹوٹ جائے جسے ٹوٹنا ہو اور جڑ جائے جسے جڑنا ہو'' حق تعالیٰ کی موافقت کرنا اس کے نیکوکار اور موافقت کرنے والے بندوں سے سیکھو۔

تیرا علم کلام کرے عمل کی زبان سے

علم تو عمل کے لیے بنایا گیا ہے نہ کہ حفظ کرنے اور مخلوق پر پیش کرنے کے لیے، علم سیکھ اور عمل کر، اس کے بعد دوسروں کو پڑھا، جب تو عالم بن کر جائے گا تو اگر خاموش بھی رہے گا تو تیرا علم کلام کرے گا اور عمل کی زبان سے کلام کرے گا۔

اکثر علم ہی کی زبان سے بات کی جاتی ہے (اس لیے نصیحت وہی موثر ہوتی ہے جو عمل کی زبان سے ہو یعنی خود عملی حالت دکھا کر) اسی لیے ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس کی نگاہ تجھ کو نافع نہ ہو اس کا وعظ بھی نافع نہیں، جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ اپنے علم سے خود بھی منتفع ہوتا ہے اور دوسرے بھی منتفع ہوتے ہیں، کیونکہ حق تعالیٰ میرے پاس حاضر ہونے والوں کے حالات کے اندازہ پر جو چاہتا ہے مجھ سے کلام کراتا ہے اور اسی وجہ سے وہ نافع ہوتا ہے اور ایسا نہ ہو تو (بجائے نفع کے) میرے اور تمہارے درمیان عداوت ہو جائے۔

میری آبرو اور مال سب تم پر نثار ہے اور کچھ میرے پاس ہے نہیں اور اگر کچھ ہوتا تو میں اس کو بھی تم سے نہ روکتا، بجز نصیحت و خیر خواہی کے میرے تمہارے درمیان کوئی علاقہ نہیں۔

تقدیر کی موافقت کر

میں تم کو محض اللہ کے واسطے نصیحت کرتا ہوں نہ کہ اپنے نفس کے لیے کہ تقدیر کی موافقت کرو ورنہ وہ تیری گردن توڑ دے گی۔

اس کے ارادہ کے موافق اس کے ساتھ چل ورنہ وہ تجھ کو ذبح کر ڈالے گی۔

اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جا، یہاں تک کہ اس کو تجھ پر ترس آوے اور وہ تجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالے۔

اہل اللہ کے امر کا آغاز اور انتہا

اہل اللہ کے امر کا آغاز کسب سے ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت دنیا شریعت کے ہاتھ سے لیتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کے جسم کسب سے تھک جاتے ہیں اور توکل آتا ہے تو ان کے قلوب پر (صبر و سکون کی) مہر لگا دیتا اور ان کے اعضاء کو قید کر لیتا ہے

(کہ نہ کسب میں ہاتھ چلتے ہیں اور نہ فکر معاش سے ان کے دل پریشان ہوتے ہیں)

دنیا میں جو کچھ ان کا مقسوم ہے وہ ان کے پاس خوشگوار اور کافی بن کر بلا مشقت و کلفت آتا رہتا ہے۔

مقرب بندوں میں سے ہر ایک جنت میں نعمتوں میں اپنے ارادہ کے بغیر داخل ہوگا (کیوں کہ اس کی مراد صرف ذات حق ہے نہ کہ جنت) بلکہ اس میں بھی وہ حق تعالیٰ کی موافقت کریں گے (کہ اس نے حکم فرمایا تو یہاں آ بیٹھے) جیسا کہ اس کی موافقت کرتے رہے اس مقسوم کے حاصل کرنے میں جو ان کے لیے دنیا میں تجویز ہوا تھا (اگرچہ انہوں نے نہ دنیا چاہی نہ آخرت چاہی مگر حق تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں ان کا مقسوم بھرپور عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے (کہ نیک و بد کار کو یہاں فاقہ سے یا وہاں جہنم سے ہلاک کرے۔

دل سے ماسویٰ اللہ کو دور کردے

صاحبزادہ! جتنی تیری ہمت ہوگی اس قدر تجھ کو ملے گا (پس عالی ہمت بن کر حق تعالیٰ کو طلب کر کہ وہ بھی ملے اور تیری جنت اور دنیا بھی ملے)

اپنے دل سے ماسویٰ اللہ کو دور کرتا کہ اللہ کا قرب حاصل ہو، اپنے نفس اور مخلوق سے مرجا کہ تیرے اور خدا کے درمیان پردے اٹھ جائیں گے اگر کوئی کہے کہ کس طرح مرجاؤں؟ مرجا اپنے نفس اور خواہش اور طبیعت اور عادتوں کی پیروی اور مخلوق اور اسباب کے پیچھے پڑنے سے (کہ ان سے آنکھیں بند اور کان بہرے اور زبان کو گونگی بنالے) اور سب سے ناامید ہوجا اور ان کو شریک خدا بنانا اور خدا کے سوا دوسروں سے کسی شئے کا خواستگار ہونا چھوڑ دے، اپنے سارے اعمال کو خاص اللہ کی ذات کے لیے بنا، نہ کہ ان کی نعمتوں کی طلب کے لیے، اس کی تدبیر اس کی قضاء و قدر اور اس کے افعال پر راضی ہو۔

پس جب تو ایسا کرلے گا تو مر جائے گا اپنے نفس سے اور زندہ ہوگا حق تعالیٰ سے، تیرا دل اس کا مسکن بن جائے گا کہ جس طرح اس کو پلٹے اور اس کے کعبہ قرب کے پردوں کو پکڑ لے کہ اس کی یاد رہ جائے گی اور باقی سب کچھ بھول جائے گا۔

حق تعالیٰ کا قرب اہل اللہ کی جنت ہے

اور کل (دونوں عالم میں) جنت کی کنجی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے، (مگر نہ صرف زبان سے بلکہ) اپنے نفس اور اپنے ماسوی اللہ ہر چیز سے فنا ہو جانے سے (کہ ماسوی اللہ کے کوئی مطلوب وموجود نظر ہی نہ آئے اور یہ حالت بھی) حدود شریعت کی حفاظت کے ساتھ ہو (ورنہ الحاد وزندقہ ہے)

حق تعالیٰ کا قرب اہل اللہ کی جنت ہے اور اس کا بعد ان کی دوزخ ہے وہ اسی جنت کے متوقع ہیں اور اسی دوزخ سے خائف ہیں (ورنہ) اور دوزخ کی ان کے نزدیک سوزش کیا ہے جس سے وہ خوف کریں، وہ تو مومن سے پناہ مانگتی اور بھاگتی ہے پھر بھلا محبین ومخلصین سے کیوں نہ بھاگے گی۔

مومن کا حال کتنا اچھا حال ہے

مومن کا حال بھی دنیا وآخرت میں کتنا اچھا حال ہے کہ (راحت وتکلیف کی) کسی حالت میں کیوں نہ ہو اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ مجھ سے خوش ہے تو پھر اس کو کچھ بھی پروا نہیں ہوتی (وہ متوکل بن کر پرند جیسا ہو جاتا ہے کہ) جہاں بھی اترا اپنے مقسوم کا دانہ چگ لیا اور اس پر راضی ہو گیا، جدھر بھی رخ کیا حق تعالیٰ کے نور سے (سب کچھ) دیکھ لیا۔

اس کے نزدیک اندھیرے کا وجود ہی نہیں، اس کے اشارے سارے اللہ کی طرف ہیں، اس کا پورا اعتماد اسی پر ہے اور اس کا سارا توکل اسی پر، مومن کی ایذا سے بچو

کہ وہ ایذا رساں کے بدن میں بمنزلہ زہر کے ہے اور اس کے فقر و عذاب کا سبب ہے۔

خاصان خدا کی بدگوئی اور ایذا رسانی خطرناک ہے

اے اللہ اور اس کے خاص بندوں سے ناواقفو! خاصانِ خدا کی غیبت اور بدگوئی کا ذائقہ مت چکھو کہ وہ سم قاتل ہے (ہلاک کئے بغیر نہ چھوڑے گی) بچاؤ اپنے آپ کو بچاؤ اور پھر کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو بچاؤ، ان کے ساتھ کسی قسم کی بھی برائی سے پیش نہ آؤ، کیونکہ ان کا ایک بڑی قدرت والا آقا ہے جس کو ان پر غیرت آتی ہے (کہ وہ ان کے ساتھ کی گئی بدسلوکی برداشت نہیں کرسکتا)۔

توحید اور اخلاص کا برابر استعمال رکھ

اے منافق! تیرے قلب میں نفاق کا شک وابستہ ہوگیا ہے اور تیرے ظاہر و باطن کا مالک بن چکا ہے، تو ہر وقت توحید اور اخلاص کا استعمال رکھ کہ شفاء پائے گا اور تیرا شک جاتا رہے گا۔

کس درجہ کثرت کے ساتھ تم شریعت کے حدود کو پھاڑتے اور اپنے تقوے کی زرہ کو پارہ پارہ کرتے اور اپنی توحید کے کپڑوں کو ناپاک بناتے اور اپنے ایمان کی روشنی کو بجھا ڈالتے اور اپنے تمام احوال و افعال میں اپنے خدا کے دشمن بنے جاتے ہو۔

جب تم میں کوئی فلاح پاتا اور نیک کام کرتا بھی ہے تو اس میں آمیزش ہوتی ہے خود پسندی اور مخلوق کے دکھاوے اور اس پر ان سے تعریف کی خواہش کی۔

تم میں جو شخص اللہ کی عبادت کرنا چاہے تو اس کو مخلوق سے کنارہ کش ہوجانا چاہیے کیونکہ اعمال میں مخلوق کا دکھاوا اعمال کو باطل کردینے والی چیز ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "گوشہ نشینی کو لازم پکڑو کہ وہ عبادت ہے اور ان صالحین کی عادت ہے جو تم سے پہلے تھے۔

لازم پکڑو ایمان کو، اس کے بعد ایقان اور اس کے بعد فنا ...... اور وجود کو اللہ عزوجل کے ساتھ نہ کر اپنے ساتھ اور نہ کسی دوسرے کے ساتھ حدود شریعت کو محفوظ رکھ کر، جناب رسول اللہ ﷺ کو راضی کر کے اور کلام اللہ کو خوشنودی بنا کر جو تلاوت کیا جاتا، سنا جاتا اور پڑھا جاتا ہے جو شخص اس کے خلاف کہے اس کی کوئی عزت نہیں (کہ اس کا قول قابل اعتبار ہو)۔

قرآن کی خدمت کرتا کہ قرآن تیری خدمت کرے

یہی قرآن جو کاغذوں اور تختیوں پر لکھا ہوا ہے اللہ عزوجل کا کلام ہے کہ ایک کنارہ اس کے ہاتھ میں اور ایک ہمارے ہاتھ میں ہے (پس اللہ تک پہنچنے کا راستہ بنا ہوا ہے) اللہ کو اختیار کر، اسی کا ہو رہ، اسی سے تعلق رکھ کہ وہ دنیا اور آخرت کی ساری ضروریات میں تجھ کو کافی ہو جائے گا اور تیری حفاظت فرمائے گا حیات و ممات میں اور ساری حالتوں میں تجھ سے (مضرت) دفع کرتا رہے گا۔

اس کی سیاہی کو جو سفیدی پر ہے (یعنی) اوراق پر لکھے ہوئے کلام اللہ کو مضبوط پکڑ، اس کی خدمت کر، تاکہ وہ تیری خدمت کرے اور تیرے قلب کا ہاتھ پکڑے اور اس کو اپنے رب عزوجل کے سامنے لا کر کھڑا کرے۔

تجھ کو خدا تک پہنچانے کی بڑی خدمت اس طرح انجام دے گا کہ اس پر عمل کرنا تیرے قلب کے بازوؤں پر پر لگا دے گا، پس تو ان سے اپنے رب عزوجل کی طرف اڑ جائے گا۔

پہلے مکان کا اندرون تعمیر کیا جاتا ہے

اے وہ شخص! جس نے (صوفی بننے کے لیے) صوف پہن رکھا ہے اول اپنے باطن کو صوف پہنا۔ اس کے بعد اپنے قلب کو پھر اپنے بدن کو، زہد کی ابتداء اسی جگہ (یعنی

باطن) سے ہوا کرتی ہے، نہ کہ ظاہر سے۔

جب باطن صاف ہوجائے گا تو صفائی قلب اور نفس اور اعضاء اور لباس تک پہنچ جائے گی اور تیری حالتوں میں دوڑ جائے گی۔

اول مکان کا اندرون تعمیر کیا جاتا ہے پس جب اس کی تعمیر پوری ہوجائے تو اب دروازہ بنانے کے لیے باہر آ، نہ یہ کہ ظاہر ہو اور باطن عدارد اور نہ یہ کہ خلق (سے انس) ہو اور خالق (کا دھیان بھی) نہیں، اور نہ یہ کہ دروازہ ہو مکان کے بغیر اور قفل ہو ویرانہ پر (کہ دیکھنے والے سمجھیں اندر خزانہ ہے حالانکہ یہ بجز کھنڈر کے خاک بھی نہیں)

اے سرتا پا دنیا! کہ آخرت سے واسطہ نہیں اور اے خلق (کے شیدا)! کہ خالق سے غرض نہیں جن (خیالات ومشاغل) میں تو ہے ان میں سے کچھ بھی تیرے لیے قیامت کے دن مفید نہ ہوگا بلکہ (اللہ) ضرر پہنچائے گا۔

جو سودا تیرے پاس ہے آخرت کے بازار میں اس کا رواج نہیں

جو سودا تیرے پاس ہے وہ وہاں تجھ کو فائدہ نہیں پہنچائے گا، تیرا سودا ریا اور نفاق اور نافرمانیاں ہیں اور وہ ایسی چیز ہے جس کا آخرت کے بازار میں رواج نہیں۔

اسلام صحیح کر اس کے بعد (جو دنیا میں ہے وہ) لے، اسلام مشتق ہے استسلام سے (جس کا ترجمہ اپنے آپ کو دوسرے کے حوالہ کر دینا ہے) اور یہ کہ تو حق تعالیٰ کا کام اس کے سپرد کرے (کہ روزی پہنچانا اس نے اپنے ذمہ لیا ہے سو خود پہنچاتا رہے گا) اپنا نفس تو اس کو سونپ دے اس پر بھروسہ رکھ اپنے زور وطاقت کو بھول جا اور جو کچھ دنیا اپنے پاس ہو اس کو اس کی طاعت میں خرچ کر ڈال، نیک کام کر اور ان کو بھی اسی کے حوالہ

. کر کے بھول جا (کہ معاوضہ کی توقع نہ رہے)

تیرا سارا عمل خالی اخروٹ ہے، کیونکہ ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو وہ محض چھلکا ہے، جس میں گری نہیں لکڑی ہے جس کو (کھینچ کر ڈالا گیا) کہ بجز جلانے کے کسی مصرف کی نہیں جسم ہے بلا روح کا اور صورت ہے بلا معنی کے یہ منافقوں کا عمل ہے۔

خالق اور مخلوق کی مثال

صاحب زادہ! ساری مخلوق بہ منزلہ اوزار کے ہے اور حق تعالیٰ ان کا کاریگر، ان میں تصرف کرنے والا ہے پس جس نے اس کو سمجھ لیا اس نے اوزار کی پابندی سے رہائی پائی اور ان میں تصرف کرنے والے پر نظر رکھی (کہ نجار کے تصرف کے بغیر نہ آری چیر سکتی ہے اور نہ کیل دو جدا تختوں کو جوڑ سکتی ہے)

مخلوق کے ساتھ رہنا ناگواری و کلفت اور کرب (کا موجب) ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ رہنا فرحت و راحت و نعمت ہے۔

اے راستہ سے دور پڑے ہوئے!

اے وہ شخص! جس کو انسان و جنات و شیاطین نے اپنا کھیل بنا رکھا ہے۔

اے نفس اور خواہش اور طبیعت کے غلام! تو متقدمین کے راستہ سے دور پڑا ہوا ہے تیرے اور ان کے درمیان کوئی مناسبت نہیں رہی، تو اپنی رائے پر قناعت کر بیٹھا اور تو نے اپنا استاد نہیں بنایا جو تجھ کو معرفت اور ادب سکھاتا۔

توبہ کے درخت کی پرورش ندامت کے پانی سے ہوتی ہے

تجھ پر افسوس تو گونگا بن گیا (کہ دعا بھی نہیں مانگی جاتی) فریاد کر حق تعالیٰ کی جناب

میں اور پشیمانی ومعذرت کے قدموں سے اس کی جانب رجوع کرکے، وہ تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑاوے اور تجھ کو تیری ہلاکت کے سمندر سے نجات دے۔

جس بدحالی میں تو مشغول ہے اس کے انجام کو سوچ یقیناً اس کا چھوڑنا تجھ کو آسان ہوجائے گا تو غفلت کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہوا ہے، اس کے سایہ سے باہر نکل، یقیناً آفتاب کی روشنی تجھ کو نظر آجائے گی، اور راستہ کو پہچان جائے گا۔

غفلت کے درخت کی پرورش پاتا ہے، توبہ کے درخت کی پرورش ندامت کے پانی سے ہوتی ہے اور محبت (قضاء وقدر) معرفت کے پانی سے پرورش پاتا ہے۔

تو وہی کھیل کھیل رہا ہے جو بچے کھیلا کرتے ہیں

صاحب زادہ! جس وقت تو بچہ اور جوان تھا (ناسمجھی یا غلبۂ نفس وشہوت کا) کچھ عذر تھا بھی لیکن اب (کیا عذر ہے) جب کہ تیری عمر چالیس برس کے قریب ہوگئی یا اس سے بھی بڑھ گئی اور تو وہی کھیل کھیل رہا ہے جو بچے کھیلا کرتے ہیں۔

جاہلوں کے میل جول اور عورتوں اور لڑکوں کے ساتھ خلا ملا رکھنے سے بچ، پرہیز گار بوڑھوں کی صحبت اختیار کر اور نادان نوجوانوں سے بھاگ۔

لوگوں سے ایک کنارہ ہوکر کھڑا ہوجا، پھر اس میں سے جو کوئی پاس آپہنچے تو اس کے حق میں ایسا بن جیسے طبیب، مخلوق خدا کے لیے ایسا (خیر خواہ) ہو جیسے شفیق باپ اپنے بچوں کے لیے اللہ عزوجل کی اطاعت ہی اس کو یاد رکھنا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص نے حق تعالیٰ کی اطاعت کی پس بے شک اس نے خدا کو یاد رکھا، اگرچہ اس کی نماز، روزہ اور تلاوت قرآن قلیل ہو اور جس نے اس کی نافرمانی کی ہے بے شک اس نے بھلا دیا، اگرچہ اس کی نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کثیر ہو“۔

مومن اپنے رب کا مطیع، اس کی موافقت رکھنے والا اور اس کے ساتھ صبر کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنی لذتوں، اپنے کلام، اپنے کھانے، اپنے پہننے اور اپنے سارے تصرفات میں توقف کرتا ہے (کہ اجازت خوشنودی خدا کے معلوم ہوئے بغیر استعمال کی جرات نہیں کرتا اور اسی کا نام طاعت ہے) اور منافق اپنی تمام حالتوں میں ان چیزوں کے اندر بے پروا بنا رہتا ہے۔

اللہ کے عارف کی علامت

صاحب زادہ! اپنے معاملہ میں فکر کر اور اپنے نفس میں وہ ثابت کر جو تجھ میں موجود نہیں ہے نہ تو (طلب میں) سچا ہے نہ (اہل اللہ کا) دوست ہے نہ (خدا کا) محب ہے نہ (قضاء وقدر کی) موافقت کرنے والا نہ (تصرفات الٰہی پر) راضی ہے اور نہ صاحب معرفت۔

تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، مجھے بتا کہ اس کی معرفت کی علامت کیا ہے؟

تو اپنے قلب میں کون سی حکمتیں اور انوار دیکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے اولیا اور انبیاء کے جانشین ابدال کی کیا علامت ہے؟ تیرا گمان یہ ہے کہ جو کوئی بھی کسی چیز کا دعویٰ کرنے لگے گا وہ تسلیم کر لیا جائے گا اور نہ شہادت طلب کی جائے گی اور نہ اس کے دنیا کو کسی پر پرکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے عارف کی علامتوں میں (کھلی علامت یہ ہے) کہ وہ مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور تمام حالتوں میں اپنے نفس، اپنے اہل وعیال اور ساری مخلوق کے متعلق حق تعالیٰ کے جملہ احکام اور قضاء وقدر پر راضی رہتا ہے۔

اللہ کی محبت اور غیر کی محبت ایک قلب میں جمع نہیں ہوسکتیں

صاحبزادہ! حق تعالیٰ کی محبت اور غیر کی محبت ایک قلب میں جمع نہیں ہوسکتیں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے کسی شخص کے لیے بھی اس کے اندرون دو قلب نہیں بنائے، دنیا اور آخرت جمع نہیں ہوسکتیں، اور خالق وخلق (ایک جگہ) جمع نہیں ہوسکتے۔

ناپائیدار اشیا، کو چھوڑ تا کہ وہ شے حاصل ہو جسے فنا نہیں، اپنے نفس اور مال کو خرچ کرتا کہ تجھ کو جنت حاصل ہو۔

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ'' بے شک اللہ نے مومنین سے ان کے نفس اور مال کو خرید لیا اس (قیمت) پر کہ ان کے لیے جنت ہے اس کے بعد (جنت وغیرہ) جملہ ماسوی اللہ کی رغبت بھی اپنے قلب سے نکال ڈال تا کہ اس کا قرب تجھ کو حاصل ہو جائے اور تو اس کی محبت میں رہنے لگے دنیا اور آخرت میں۔

اے محب خدا! اس کی قضاء وقدر کے ساتھ گھومتا رہ جس طرح بھی وہ گھومے۔

توحید واخلاص کی تلوار لے کر دل کے دروازہ پر بیٹھ جا

اپنے قلب کو جو قرب حق کی سکونت کا مقام ہے، پاک رکھ، جھاڑ دے کر ماسوئی اللہ سے اس کو صاف کر اور توحید واخلاص اور صدق کی تلوار لے کر اس کے دروازہ پر بیٹھ جا اور خدا کے سوا کسی کے لیے بھی اس کو مت کھول اور اپنے قلب کے گوشہ کو بھی غیر اللہ سے مشغول مت بنا۔

اے لہو ولعب والو! میرے پاس لہو ولعب نہیں ہے اور اے چھلکو میرے پاس بہ جز مغز کے کچھ نہیں میرے پاس تو اخلاص ہے بلا نفاق کے اور سچائی ہے بلا دروغ کے۔

حق تعالیٰ تمہارے قلوب سے تقوے اور اخلاص کا خواہاں ہے، وہ تمہارے ظاہری اعمال کو نہ دیکھے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز نہ پہنچیں گے، لیکن اس تک تمہارا تقویٰ پہنچے گا۔

اے بنی آدم! جو کچھ بھی دنیا اور آخرت میں ہے سب تمہارے ہی لیے پیدا کیا گیا

ہے۔پھر تمہارا شکر کہاں چلا گیا؟

تمہارا تقویٰ اور اس کی طرف ایثار اور تمہاری خدمت کہاں گئیں؟

ایسے اعمال سے تم جھکتے نہیں جن میں روح نہیں ہے اعمال کے لیے بھی روحیں ہوتی ہیں اور وہ روح اخلاص ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان.........(۳۵)

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ ، کردارِ قاہرانہ

کلماتِ حکمت

{افادات}

سید العارفین سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہی بزرگ ہیں جن کے مواجہ شریف میں بے تاب جذبات پر روضۂ اقدس سے حضور ﷺ کا دستِ مبارک باہر آیا، اور آپ ﷺ نے عجز و نیاز کے ساتھ دست بوسی کی،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

لوگو! نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا اپنا شعار بنالو۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۚ [سورۂ آل عمران: آیت:۱۹]

جس نے بھی نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا خلیفہ ہے اور ان کی کتاب کا بھی خلیفہ ہے......اسی طرح ہمیں سچے اور مُصدِّق نبی نے خبر دی ہے۔

حدیث نبوی میں ہے کہ کوئی بھی قوم اس حال میں گناہوں میں مبتلا ہوئی کہ اس میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو ان کو گناہوں پر تنبیہ کر سکتے تھے......لیکن وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ان پر ایسا عذاب بھیجے گا جو گنہگاروں اور غیر گنہگاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

پیرا گراف از افادات سید العارفین سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى . . . اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

بارگاہِ الٰہی تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا کامیاب ترین اور قریب ترین راستہ یہ ہے کہ شریعت کے ستونوں کو علم وعمل کے ساتھ مضبوط کرو، اور اس کے بعد علم وعمل کے احکام میں پائی جانے والی گہرائیوں کے لیے کمر ہمت باندھو، علم کی ایک مجلس ستر برس کی ایسی نفلی عبادت سے افضل ہے جو بغیر علم کے ادا کی گئی ہو،

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ [سورۂ زمر آیت:۹]

کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ [سورۂ رعد: آیت:۱۶]

کیا برابر ہو جائیں گے اندھیریاں اور اجالا؟

علم کی چاشنی کے ساتھ عمل کی تلخی

اے علماء کے گروہ! تم ایسا نہ کرو کہ علم کی چاشنی تو حاصل کرلو لیکن عمل کی تلخی کو اہمیت نہ دو، جان لو کہ علم کی مٹھاس عمل کی تلخی کے بغیر کچھ فائدہ نہیں دیتی اور یہ تلخی ابدی مٹھاس پیدا کرتی ہے ارشاد ربانی ہے:

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا [سورۂ کہف آیت:۳۰]

ہم ان کے نیک (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں،

یہ قرآنی آیت اعمال پر انعام عطا کیے جانے کی گواہی دیتی ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، دنیا یا آخرت کے لیے نہ ہو، نیز اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے ہی حال اور قول و عمل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے اچھا گمان رکھنا چاہیے

علم اور ہے فنون اور ہیں

اے جماعت علماء!

طریقت کے مشائخ اور میدانِ حقیقت کے شہسوار تو تم سے کہتے ہیں کہ علماء کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم فیلسوف بن جاؤ، لیکن میں تمہیں کہتا ہوں دین کا فہم حاصل کرو، اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا، ولی اپنے دین کی سمجھ بوجھ سے خالی نہیں ہوتا، وہ جانتا ہے کہ اسے نماز کیسے پڑھنی ہے، اسے روزہ کیسے رکھنا ہے، اسے زکوۃ کیسے

دیتی ہے، اسے حج کیسے ادا کرتا ہے، اسے ذکر کیسے کرتا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کا علم پختہ کرلیا، ایسا آدمی اگرچہ بظاہر امی ہو لیکن وہ عالم ہے۔

علم فقط علم البیان، بدیع، اور فقط وہ نہیں ہے جو شعراء کا نغمہ بن کے بکھرتا رہا، اور اسی طرح علم الجدل والمناظرہ۔

علم مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو جاننا ہے...... اور علم جو جامع بھی ہے اور پورا بھی ہے وہ علم تفسیر وحدیث وفقہ ہے، جب کہ الفاظ سے متعلق فنون اور نظری قواعد جنہیں لوگوں نے وضع کیا اور انہیں علوم قرار دیا ہے یہ فنون ہیں، اور قائل کے اس قول کے تحت داخل ہوں گے بعض چیزوں کا جان لینا اچھا ہے اور نہ جاننا خوب نہیں۔

صحبت آزمودہ تریاق ہے

اے گروہ علماء! میں آپ لوگوں کو انتہائی دردمندی سے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ دین کے بنیادی مسائل سمجھنے اور سیکھنے کے بعد صوفیہ کرام کی صحبت حاصل کرو، اس انداز میں ان کی صحبت حاصل کرنا آزمودہ تریاق ہے ان حضرات کے پاس اعلیٰ درجے کا جو سرمایہ ہے وہ سچائی اور پاکیزگی، سوز دروں اور وفا شعاری دنیا و آخرت سے علیحدگی اور پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

یہ خصلتیں فقط مطالعہ، پڑھنے، اور مجالس میں حاضر ہونے سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ ایسے شیخ کامل کی صحبت اُٹھانے سے حاصل ہوتی ہیں جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو، وہ قال (گفتگو) سے راہ دکھائے تو حال کے ذریعہ ہمت بندھائے۔

تو جہالت کی تاریکی میں ہے

برادر عزیز! اگر تو اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کا گمان رکھتا ہے حالانکہ تو اس سے

تعلق توڑے بیٹھا ہے تو مجھ سے ناراض تو نہ ہو، تو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے حالانکہ تو جہالت کی تاریکی میں ہے، لوگ تجھ سے آگے بڑھ گئے، اور ملامت نے تیرے اردگرد ڈیرا ڈال لیا،

میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ تم معیشت کے اسباب تجارت اور صنعت سے ہاتھ اٹھالو ......لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ معیشت کے اسباب میں غفلت اور حرام سے بچو۔

میں تمھیں یہ نہیں کہتا کہ اہل وعیال کو نظر انداز کردو اور اچھا کپڑا نہ پہنو......لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اہل وعیال کی محبت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فقراء پر اچھے کپڑوں کے باعث اترانے سے بچو، میں یہ بھی کہوں گا کہ اپنے لباس میں ضرورت سے زیادہ زیب وزینت سے بچو ورنہ فقراء کے دل کرچی کرچی ہوجائیں گے اور تم خود پسندی اور غفلت میں مبتلا ہوجاؤ گے۔

دلوں کو پاک وصاف کرو

میں تمھیں یہ بھی کہوں گا کہ اپنے دلوں کو بھی اچھی طرح پاک کرو، یہ عمل کپڑوں کی پاکیزگی سے زیادہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تمھارے کپڑوں کی طرف نہیں تمھارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا بعض احباب کو نصیحت کرکے، اپنے بعض اخلاق کے ساتھ، اپنے بعض حال کے ساتھ، اپنے بعض قال (کلام) کے ساتھ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

[سورۂ مائدہ: آیت: ۲]

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو

حقیقی معرفت حاصل کرو

اے علماء کے گروہ!

علم کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کا حق ادا ہو جائے کیوں کہ سماعت یا عقل کے ذریعہ چیزوں کی حقیقتیں جاننے کا نام علم ہے اور ایمان زبانی تصدیق اور دلی تصدیق کا نام ہے، ایمان کو اس کا حق دو...... اسلام شریعت کی پابندی اور انسانی فطرت سے اعراض کا نام ہے۔

معرفت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اس کی وحدانیت کے ساتھ جانو، نیتوں کو پاک کرو، ان کی حقیقت دل میں کسی چیز کا یوں کھٹکنا ہے کہ کوئی اس پر مطلع نہ ہو سکے، لہٰذا حقیقی معرفت حاصل کرو،

ادب کو اچھی طرح سمجھو اور سیکھو، کسی چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا ادب ہے، وعظ میں اختصار کو پیش نظر رکھو، وعظ کیا ہے؟ وعظ غفلت شعار لوگوں کے لیے رہنمائی ہے، تمام تر خوبی کے ساتھ نصیحت کرو، جو کہ زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلاتا ہے، محبت میں سچائی کا رس گھولو، اور محبت صرف محبوب کو یاد رکھنے اور ماسوی کو بھول جانے کا نام ہے۔

اہل دنیا سے طمع ختم کرو

استقامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی شئے کو ترجیح نہ دی جائے، اس حلال روزی کو تلاش کرو جس پر دنیا میں جرمانہ اور آخرت میں باز پرس نہ ہوگی، اطاعت کے راستے پر اس عمدگی سے جمے رہو کہ تمام اقوال و افعال اور احوال میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا پیش

نظر ہو۔

صبر کو یوں اپناؤ کہ دل اللہ تعالیٰ کے حکم پر جما رہے، گوشہ نشینی کو اس ڈھب سے پاکیزہ بناؤ کہ اہل دنیا سے طمع ختم کر کے ان سے قلبی طور پر دور رہو اگرچہ جسمانی طور پر ان کے درمیان میں ہی بیٹھے ہو۔

سنو! ولی وہی ہے جس نے نفس، شیطان، دنیا اور اپنی خواہش کو نظر انداز کر کے اپنا دل مولیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر لیا، دنیا اور آخرت سے کنارہ کشی کر کے صرف اللہ تعالیٰ کا طالب ہوا، قناعت شعار وہ ہے جس نے تقدیر کو خوش دلی سے قبول کیا اور فقط ضرورت کے سامان پر اکتفا کیا۔

زہر قاتل روحانی بیماریاں

اے گروہ علماء!

میں تمھیں کچھ عادات واوصاف سے ڈراتا ہوں خبردار! ان میں سے کسی چیز کو بھی قریب نہ پھٹکنے دینا، کیوں کہ یہ اوصاف واخلاق قاتل زہر ہیں میں تمھیں خوف خدا کی اور کچھ خصائل سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں......ان میں سے پہلا حسد ہے جس میں انسان چاہتا ہے کہ دوسرے انسان سے نعمت چھن جائے،

دوسری خصلت تکبر ہے جس میں مبتلا ہو کر انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے۔

تیسری خصلت جھوٹ ہے اور جھوٹ خلاف واقع بات گھڑنے اور ایسی بات کہنے کا نام ہے جس میں کسی کا نفع نہ ہو۔

چوتھی خصلت غیبت ہے یعنی کسی کا بشری عیب بیان کرنا۔

پانچویں خصلت حرص ہے یعنی دنیا سے سیر نہ ہونا۔

چھٹی خصلت غصہ ہے یعنی انتقام کے لیے خون کا کھولنا۔

ساتویں خصلت ریا ہے یعنی انسان کا اس بات پر خوش ہونا کہ دوسرے اس کے اعمال دیکھ رہے ہیں۔

آٹھویں خصلت ظلم ہے یعنی خواہش نفس کو انجام تک پہنچانا۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہیں...... خوف یہ ہے کہ دل اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ سے ڈرے...... اور امید یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی خوبی کو یاد کر کے دل کا چین پائے۔

اور آپ لوگ ہمیشہ عبادت و ریاضت سے روح کی پاکیزگی کا سامان کرو اور روح کی پاکیزگی کا معنی ہے قابل مذمت حالت کو قابل تعریف حالت میں تبدیل کرنا۔

بصیرت کے ساتھ دعوت دو

لوگو! نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا اپنا شعار بنالو،

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ [سورۂ آل عمران: آیت:۱۹]

بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

جس نے بھی نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا خلیفہ ہے اور ان کی کتاب کا بھی خلیفہ ہے، اسی طرح ہمیں سچے اور مصدق نبی نے خبر دی ہے۔

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے فاسقین سے دشمنی رکھی، اللہ تعالیٰ کے لیے ہی غصہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی جہاد کیا اور اس نے اسلام کے علاوہ کسی

دین کوطلب نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

دعوت کے چھوڑنے پروبال

حدیث نبوی میں ہے کہ کوئی بھی قوم اس حال میں گناہوں میں مبتلا ہوئی کہ اس میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے جوان کو گناہوں پر تنبیہ کر سکتے تھے لیکن وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ان پر ایسا عذاب بھیجے گا جو گنہگاروں اور غیر گنہگاروں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے: اگر کوئی آدمی اپنے پڑوسیوں اور اپنے احباب میں ہر دلعزیز ہے تو سمجھ لو کہ وہ آدمی مداہن ہے۔

ہاں! بالکل جو آدمی گناہوں کو دیکھے اور کسی قسم کی تنبیہ نہ کرے تو وہ بھی گناہ میں شریک ہے۔

غیبت کو سننے والا غیبت کرنے والے کے گناہ میں شریک ہے...... اور یہ قاعدہ ان تمام گناہوں پر جاری ہوگا جن پر شرعاً تنبیہ کی جاتی ہے۔

اتباع سنت میں ابدی شادمانی ہے

اے علماء کے گروہ!

میں ذمہ داری سے آپ کو کہتا ہوں کہ ابدی شادمانی سیدنا رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام اور تمام نواہی ہیں، آپ ﷺ کی وضع قطع، آپ کے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، اور سونے جاگنے اور گفتگو کرنے میں آپ ﷺ کی اتباع ابدی سعادت کی چابی ہے، اور اسی صورت میں حضور ﷺ کی مکمل پیروی کی جاسکتی ہے۔

ہمیں بعض ائمہ کے بارے میں علم ہوا کہ انہوں نے عمر بھر خربوزہ اس لیے نہیں

کھایا کہ انہیں یہ پتہ نہیں چلا کہ حضور ﷺ نے خربوزہ کس طرح تناول فرمایا،

ایک بزرگ نے بھول سے پہلے بائیں پاؤں میں موزہ پہن لیا پھر بعد میں اس غلطی کا کفارہ کچھ گندم خیرات کر کے ادا کیا۔

خبردار! ایسی باتوں کو یہ کہہ کر نہ چھوڑنا کہ یہ تو ایسے امور ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی مبارک عادات میں سے ہیں، کیوں کہ ان امور کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دینا سعادت کے دروازوں میں سے ایک عظیم دروازے کو بند کرنا ہے۔

علماء اور فقہاء کے درجات

علماء اور فقہاء کے درمیان چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ اس انسان کا ہے جس نے دکھاوے، جھگڑے، اور اپنی برتری ظاہر کرنے مال و دولت جمع کرنے، اور بہت زیادہ باتیں بنانے کے لیے علم حاصل کیا۔

دوسرا درجہ اس انسان کا ہے جس نے نہ تو مناظرے کیلیے علم حاصل کیا اور نہ ہی کسی مقصد کے لیے بلکہ فقط اس لیے علم حاصل کیا کہ اس کا شمار علماء میں ہو اور اس کے کنبہ اور خاندان میں اس کی تعریف کی جائے ...... اس نادان نے فقط اس قدر سوچا اور صرف ظاہر کو ہی اختیار کیا۔

تیسرا درجہ

تیسرا درجہ اس شخص کا ہے جس نے مشکل مسائل حل کئے اور منقولات و معقولات کی رقیق باتیں کھول کر بیان کیں اور اس نے شریعت کی تائید کی غرض سے اپنے تمام احوال میں مناظرے کے دریاؤں میں غوطہ زنی کی...... مگر جب اس سے کم درجہ کا عالم اس سے اختلاف کرے تو اس پر علم کا خمار طاری ہو جاتا ہے، جب یہ شخص شریعت کی

حمایت کرتے ہوئے کسی دلیل کا سامنا کرتا ہے تو اپنی عزت نفس کے تحفظ میں جدال کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے مخالف کے رد میں دلیلیں لاتے ہوئے اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے اور کسی وقت کو اسے کافر بھی قرار دیتا ہے اور اسے برا بھلا کہتے ہوئے اس پر کسی درندے کی طرح حملہ آور ہو جاتا ہے، اپنے اور اپنے مخالف کے لیے شریعت کی مقرر کردہ حدود کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

چوتھا درجہ

چوتھا درجہ اس شخص کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا تو اس نے اپنے آپ کو غفلت شعار لوگوں کو جھنجوڑنے جہالت میں ڈوبے ہوئے کی رہنمائی کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھاگے ہوئے کو واپس لانے اور مفید علمی اور اخلاقی باتیں پھیلانے، شرعی طور پر ممنوعہ امور کے منع کرنے، اور شریعت کے پسندیدہ امور کے پسند کرنے اور پھیلانے کے لیے کسی نفسانی غرض سے الگ تھلگ ہو کر اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

اس شخص کا خیال ہے کہ جس بات کو شریعت نے اچھا قرار دیا وہ اچھی ہے اور جس بات کو شریعت نے برا قرار دیا ہے وہ بری ہے، یہ شخص حکمت و دانائی والے شخص کی طرح نیکی کا حکم یوں دیتا ہے کہ اس کی بات میں نہ سختی ہے نہ ترشی، اور برائی سے منع کرنے میں بھی اس کا رویہ شفقت والا ہے ظلم اور عداوت والا نہیں۔

پہلے درجہ والا تو برا ہے...... دوسرے درجہ والا محروم ہے...... تیسرے درجہ والا دھوکے میں مبتلا ہے جب کہ چوتھے درجہ والا عارف ہے۔

ان چاروں درجات میں سے ہر درجہ میں بہت سے درجات ہیں...... اور غلطی سے وہ محفوظ ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے اور ساری صورت حال آپ کے سامنے ہے۔

خبردار چھلنی جیسے نہ بن جانا

حضرات گرامی!

آپ میں سے بعض علماء اور فقہاء ہیں جن کی مجالس وعظ اور تدریس کے حلقے بھی ہیں، جہاں تم تعلیم حاصل کرتے ہو اور شریعت کے احکام سیکھتے ہو اور لوگوں کو سکھاتے ہو۔

دیکھو! تم کسی چھلنی جیسے نہ بن جانا جو عمدہ آٹا تو دوسروں کے لیے نکال دیتی ہے لیکن بھوسہ اپنے لیے رکھ لیتی ہے...... اور تم بھی اپنی زبانوں سے حکمت کے موتی بکھرتے ہو لیکن تمہارے دلوں میں بغض وکینہ رہ جاتا ہے، ایسے میں تم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ [سورۃ البقرۃ: آیت: ۴۴]

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اس کو اپنے عیوب دکھا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس کے دل میں تمام مخلوقات کے لیے نرمی اور شفقت ڈال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو حضرت کے ان ارشادات پر عمل کو توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بیان ---------- ۳۶
باطل طاقتوں کے
عروج کی آخری حد
{بیان}
رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ
۲۹ر نومبر ۱۹۶۲ء بروز جمعہ مدرسہ تاج الاسلام میں
حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کا علماء میں بیان

اقتباس

ہمارا یقین بنے اس لیے ہم دعوت دیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بحری اور بری نقشوں کو بدلیں گے، دعوت دیتے دیتے یہ یقین جب دلوں میں اترے گا تو اسی یقین پر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کر کے دکھلائیں گے۔

اس کے پاس سب طرح کی قدرت ہے، ہم میں استعداد پیدا ہو جائے، کچھ دن اسی زندگی پر جم کر چلیں گے چاہے کچھ ہی ہو جائے تو پھر عالم میں تبدیلی آئے گی۔ حکام، مالدار، غریب جتنوں کے حصوں میں سعادت لکھی ہوگی وہ سب چل کر آئیں گے۔ جب ہم سارے نقشوں سے ہٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور سمجھیں کہ یہ سارے نقشے مکڑی کے جالے ہیں تو سارے لوگ خود جھک آئیں گے کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں۔

پیراگراف از بیان رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

علم کی طاقت آج بھی وہی ہے

بھائی دوستو بزرگو! اگر محمد ﷺ کے طریقے محنت کرکے اپنے میں پیدا کر لیے جائیں جیسے ان کے زمانے میں ان علوم پر عمل کرنے سے مسلمان ساروں پر چھا گئے تھے، آج بھی مسلمان اپنے اندر وہ طاقت پیدا کر سکتا ہے، جب یہ تمھاری زندگی بنے گی تو یہ زمانے کے باطل کو ختم کرے گی، بادل، اسمیات وغیرہ یہ انسان مصائب کی وجہ سے کر رہے ہیں، انسانیت کی وجہ سے نہیں کر رہے ہیں، دجال باطل طاقتوں کے عروج کی آخری حد ہے وہ کہے گا زمین سونا نکال، وہ بادل کو کہے گا بارش برسا، وہ اپنے حکم سے زندہ کرے گا وہ ایک علاقہ میں پہنچے گا سرسبز علاقہ ہے علاقے والوں کے انکار پر زمین خشک ہو جائے گی جانوروں میں ہلاکت کی نوبت آ جائے گی۔

دجالی طاقت حق سے پاش پاش ہو جائے گی

اور اسی طرح اس کے بالمقابل جو ہوگا وہ بغیر مادے کی مدد سے ہوگا، مہدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام جب یقین کی طاقت کو لے کر اٹھیں گے اور حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلیں گے تو پھر باطل طاقتیں پاش پاش ہو جائیں گی، باطل طاقتیں اللہ تعالیٰ جب اور جس طرح چاہیں ختم کر دیں اور یہ باطل طاقتیں محمد ﷺ کے لائے ہوئے ایمان و یقین کو

جو اعمال کی طاقت ہے ان کا یہ مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

یہ راستہ بڑا طاقت ور ہے

احکامات قرآن میں ہیں اور اس کے امثال کی شکلیں بخاری میں ہیں، اس حکم کی تفصیل ملے گی قرآن و بخاری مل کر وہ طریقہ بتاتا ہے کہ باطل چاہے کسی شکل میں ابھر آئے تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور شکلیں قرآن و بخاری سے نظر آئیں اور اس پر محنت کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ پورے عالم کے باطل کو ختم کر کے دکھا دیں گے ایسے ہی ہوگا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا سے جادوگروں کو ختم کر دیا اس طرح محمد ﷺ کا طریقہ باقی سب طریقوں کو عصائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہضم کر جائے گا آخر زمانے میں مہدی سے یہی چیز اٹھے گی ایک طرف دجال جیسی طاقت اور دوسری طرف یاجوج ماجوج والی طاقت لڑے گی، جب ایک چیز آخر تک چلتی ہے تو اب بھی ہوگا کیسے نہیں ہوگا یہ بتا دیا ہے کہ راستہ طاقت ور ہے اب یہ فقط ہماری محنت پر مدار ہے (منحصر) ہے، وہ پہلے والے مناظر قائم کر سکتے ہیں اور اگر ہم نے محنت نہ کی تو قیامت میں شرمندگی ہوگی کہ کیوں نہ ہم نے اس طریقے کو اختیار کر کے طاغوتی طاقتوں کو توڑ دیا، اور دین کی ذاتی طاقت سے استفادہ نہیں کیا۔

اللہ اپنی مشیت کی قوت ظاہر کریں گے

زمین آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے یہ ساری طاقتیں کام خدا کی قوت سے کر رہی ہیں، براہ راست اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے اندر جو قوت و صفات ہیں ان سے استفادہ ہو جائے گا اگر ہم حضور ﷺ کے طریقے پر چلیں گے اگر علم حاصل کرنے کے بعد اس پر چلیں گے اور اس پر یقین آجائے

ہمارے ایمان وعمل میں مطابقت ہو اور پھر ہماری معاشرت اس کے مطابق ہو، علم صحیح ہو یقین محمد ﷺ والا اور طریقہ وہی ہو جو رسول اللہ ﷺ نے بتایا پھر خدا تعالیٰ اپنی مشیت کی قوت کو ظاہر کریں گے اور باطل کو دور کریں گے اگر ایک طبقہ بھی تیار ہو جائے گا۔

اعمال محمد ﷺ میں نظام دنیا کا تغیر وتبدل ہے

دوسروں کا علم تو سونے اور المیات میں بتاتا ہے ہمارا علم محمد ﷺ میں بتاتا ہے، اگر تمہارے اعمال محمد ﷺ کے مطابق ہو جائیں تو تم کو دعاؤں سے کامیاب کردیں گے، خندق کے واقعات کافر سارے بھاگ گئے یہ محمد ﷺ کی وجہ سے ہوئے، فرشتے سواروں کی شکل میں آئے اور سب کو بھگا دیا، جو بھی ان کے عمل سے خارج ہوا ان کے مقابلے میں، یہ بتاتا ہے کہ ادنیٰ مرجعیت سے انسانوں کی دنیا کے نظاموں میں تغیر و تبدل آجائے گا۔ اگر چاند گرہن ہو جائے دعا نماز پر مانگو تو اللہ تعالیٰ اس حالت کو بدل دیں گے، محمد ﷺ کے اعمال اس قدر طاقت رکھتے ہیں کہ عالم کے بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جو مادے کی شکل کے آج کے حالات ہیں ان کو بدلنے کے لیے ویسے ہی نماز ہے جیسے چاند گرہن کو بدلنے کے لیے نماز میں دعا مانگتے ہیں۔

مشاہدے کے خلاف یقین پیدا ہو جائے

کسی کو سائنس آجائے اشمیات کے ایسے راز آجائیں جو دوسرے نہیں جانتے پھر وہ اپنے اس علم کو محنت کر کے زبردست فائدے اٹھا سکتے تھے مگر انہوں نے اپنی زندگی مصیبت میں اور غربت میں ڈال دی اور محمد ﷺ والے رازوں کو معلوم کر کے اس پر اپنی زندگی بنائی اور ان سارے رازوں پر اپنی زندگی اٹھائی اور ان سے کوئی فائدہ حاصل کیا، محنت کر کے ان اصولوں کو اپنے علماء سے حاصل کیا ہے، ان کو اب عملاً

دوسروں تک پہنچائے، دنیا کے مسئلے ہر جگہ الجھے ہوئے ہیں مگر ان مسائل کا حل کسی کے پاس نہیں، اللہ تعالیٰ سے یقین مشاہدے کے خلاف اور وہ یقین جو چیزوں کے راستے سے ہو، پہلا یقین صحیح یقین ہے۔

آج ہمارے یقین کا حال

بدر کا واقعہ یہی ہے فرعون جس کے پاس سب کچھ نظر آئے گا اور موسیٰ علیہ السلام بتا رہے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر یقین کرو اور اس یقین سے عمل کرو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے حالانکہ تمہارے پاس کچھ نہیں یہ اعمال والا یقین نکل گیا چیزیں ہوں گی تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کر دیں گے، پورے مسلمان مٹھی بھر غیر مسلموں سے مرعوب، مالیات سے نہیں پلا کرتے، کرتے اللہ تعالیٰ ہیں مگر چیزوں کے راستے سے کرتے ہیں، یہ بنا ہے ہمارا یقین، یہی یقین کافر کا ہے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا ایک چیز میں اتحاد یقین ہو گیا، اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے چیزیں ہوں یا نہ ہوں، تم ساری دنیا بھر کے سامان لے آؤ ہم کر کے دکھا دیں گے کائنات، مال، سونا، چاندی ان ساری مادی طاقتوں سے نہیں ہوتا ہمارا کام ان کے بغیر چلے گا کرنے والا یہ نہیں، کرنے والا اللہ ہے۔

اللہ کی قدرت مخلوق نہیں

اللہ تعالیٰ ایک طرف تو درخت بنا رہے ہیں دوسری طرف توڑ دیتے ہیں اور اپنی قدرت سے پرورش کرتے بھی ہیں اور بگاڑتے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ تو امر سے ہی کرتے ہیں امر میں وجود ہے، اللہ تعالیٰ امر دیں عزت کا اور یہ عزت بن کر دنیا میں پھیل جائے گا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفت مخلوق نہیں۔

قدرت سے مزہ حاصل کرنا ہمارا مدنظر ہو

زمین وآسمان کے بنانے میں اللہ تعالیٰ کے دلائل ہیں اور ان کے ٹوٹنے میں بھی اللہ تعالیٰ کے دلائل ہیں، دنیا کی حقیقت مکھی کے پر کے برابر قیمت نہیں، علم دیا جاتا ہے بہت بڑی چیز کے لیے، ہم پرورش حفاظت غنی کی کوشش محمد ﷺ کے طریقے پر کریں، اگر ہوائی جہاز کا پٹرول ختم ہوگیا تو سارے بیل پٹرول کے بغیر اس ہوائی جہاز کو نہیں چلائیں گے بیل چلائیں گے تو بیل گاڑی چلائیں گے، یہ اسلامی اعمال کائنات کا نظام چلائیں گے۔

ہم باطل کو عمل کی طاقت بتلائیں

اس وجہ سے دہریہ اور منکر خدا ہمارا مذاق اڑا رہا ہے وہ کہتا ہے اپنے خدا کو پکار کے بتاؤ کیا ہوتا ہے؟ اس طرح روس نے کہا تھا کہ ہم نے اپنے ملک سے خدا کو نکال دیا یہ ضروری ہے کہ ہم اس عمل کی طاقت سے کر کے دکھائیں، بخاری کے علوم قدرت کی بنیاد پر ہیں مادے کی بنیاد پر نہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مزہ حاصل کرنا ہمارا مطمح نظر ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نماز اور دوسرے اعمال دیئے، اگر اس لائن سے مشکلات کو عبور کرو گے تو پھر تمہاری زندگی کامیاب ہوگی، اسی بخاری سے تمہاری تربیت ہوگی یہ سارے اعمال اعمال انبیاء میں سے ہیں ان اعمال انبیاء ہی کی مشق کرنے کے لیے مسجدیں بنائی گئی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یقین پر یہ اعمال کیے جائیں تو پھر انہیں عملوں میں سے اور عمل نکلیں گے۔

دعوت دیتے دیتے یقین بنے گا

اور ہمارا یقین بنے گا اس لیے ہم دعوت دیں گے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بحری اور بری نقشوں کو بدلیں گے، دعوت دیتے دیتے یہ یقین جب دلوں میں اترے گا تو اس یقین پر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کر کے دکھلائیں گے اس کے پاس سب طرح کی

قدرت ہے ہم میں استعداد پیدا ہو جائے کچھ دن اسی زندگی پر جم کر چلیں گے چاہے کچھ ہی ہو جائے تو پھر عالم میں تبدیلی آئے گی، حکام، مالدار، غریب جتنوں کے حصوں میں سعادت لکھی ہوگی وہ سب چل کر آئیں گے جب ہم سارے نقشوں سے ہٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور سمجھیں کہ یہ سارے نقشے مکڑی کے جالے ہیں خود جھک آئیں گے کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں۔

یہ ایمان ویقین محنت ومجاہدوں سے آئے گا جب ایسا ہوا تو قدرت سے اپنے کیا کیا تماشے کرائے گا، ایک طبقہ بھی کائنات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ پر یقین کر لے۔

آج تو ہم دعوت سیکھ رہے ہیں

محمد ﷺ نے ایک انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا، چاند تک اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینے میں بڑا فرق ہے، یہ انگلی کا نماز میں اٹھانا اس کی طرف اشارہ ہے کائنات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا یقین کائناتی نظام کو اعمال پر بدلے گا محمد ﷺ کی مبارک ذات سے جو اعمال سرزد ہوئے ہیں ان سے ہوگا کائنات سے نہیں ہوگا اب جو ہو رہا ہے تو کیوں ہو رہا ہے، ان کی خفگی کی وجہ سے ہو رہا ہے جیسے شہزادے کو بادشاہ بھنگی کے کام میں لگائے یہ عتاب کی صورت ہے، سب پڑھے ہوئے اور بے پڑھے ہوئے کوشش کریں، صحابہ ﷺ کا واقعہ نماز پڑھ کر پانی کے لیے دُعا کی اور ہاتھ نیچے نہیں کئے جب تک پانی پھٹ کر باہر نہیں آیا اس طرح دعوت اپنی جگہ پر پہنچے گی، دعوت کیسے چلے جب دعوت اور اس کا یقین برابر ہوگا آج تو ہم دعوت نہیں دے رہے سیکھ رہے ہیں دعوت اور نماز پڑھ کر سیکھنا آجائے تم میں بصیرت پیدا ہو جائے سو سو آدمی بھیج دو گے انگلستان اور امریکہ۔

شیر آگے آگے چل پڑا اور راستہ دکھایا اس یقین پر پہنچے تو پھر ملکوں میں جا کر دعوت

دین شروع کردو، پھراگر وہ نہیں مانیں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کو تابع کردیں گے تھوڑے مجاہدے اور تکلیفیں اور مشقت اُٹھالو پھر اس کے بعد کچھ نہیں چاہیے۔

اللہ کو اپنی ذات کا یقین مطلوب ہے

مجاہدہ نہ کروگے تو پھر اصل یقین حاصل نہیں ہوگا جو کچھ بنا وہ خدا نے بنایا اس کا یقین اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں چاہتے ہیں، خداوندِ قدوس اپنی قدرت سے زمین، مال، دکان دیتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کامیابیوں اور ناکامیابیوں راحت اور خوف جو حالات آرہے ہیں خدا کی طرف سے آرہے ہیں، کسی کا پیٹ کا درد ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اور کوئی دور کرنا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے، حالات تابع ہوئے، خدا کی قدرت اصل ہوئی، چاہے تمہارے پاس چیزیں ہوں یا دوسروں کے پاس ہوں اسے خدا سمجھا دے، جب ایمانی حالات دل میں آجائیں تو پھر اللہ تعالیٰ عزت کے حالات لائیں گے اور ایسے یقین پر انسان پھلے گا اور پھولے گا انسان جدھر چلے گا کامیابی نظر آئے گی، انسان کے اندر ایک یقین کا مادہ رکھا ہے جس پر محنت کرتا ہے اسی کا یقین بن جاتا ہے۔

بیت اللہ عالم کی بنیاد ہے

سب سے پہلے پانی بنایا پھر جہاں بیت اللہ بنا ہے وہاں ایک بلبلہ بنایا پھر اسے پھیلایا تو زمین بن گئی، پھر وہاں بیت اللہ شریف کی چاردیواری بنادی جو کچھ دنیا میں بنا ہوا دیکھ رہے ہو یہ خود کچھ نہیں ہے یہ ہماری قدرت کا مظاہرہ ہے، ریت پر ایک عورت اور ایک بچے کو پال کر دکھلا دیا کہ پرورش کا سلسلہ خدا کی قدرت میں ہے اور چاہے تو پرورش کے نقشوں کے اندر پرورش کی شکل بگاڑ دے، دنیا کے حالات موافق یا مخالف ہوں گے وہ خدا کی قدرت سے ہوں گے، تیسرے درجہ میں ابرہہ جو ہاتھی لے کر بیت اللہ شریف کو

گرانے آیا تھا اسے ہلاک کر کے بتلایا، محمد ﷺ کو ایک یتیم اور غریب گھرانے سے اٹھا کر اسے عالمی اسکیم دے کر کامیاب کر کے دکھلایا اور بیت اللہ کو مرکز قرار دیا، جہاں بھی رہو اپنی جگہ پر مسجد بنالو جو کام کرو اور جہاں رہو مسجد کے اندر رہ کر عملوں کے مزے کو سیکھو۔

اذان کے ذریعہ سب کو اللہ کی بڑائی کی طرف متوجہ کیا

اعضائے عمل تمہارے پاس ہیں اور وہ سب میں برابر ہیں اور جو عمل کرو اگر خدا کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو محمد ﷺ کا پورا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تمہیں کامیاب کردیں گے سارے عمل محمد ﷺ کے اعتبار سے ہونے چاہئیں، اگر کامیاب ہونا چاہتے ہیں، اسی کے لیے اذان ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی اللہ تعالیٰ سے ہونے کی بنیاد پر اور اللہ تعالیٰ کے بڑے ہونے کی بنیاد پر اور محمد ﷺ کی بڑائی کے یقین پر عمل کرو اب سب کو آواز ہے کہ تم آجاؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس سے دھوکہ نہ کھاؤ بلکہ اپنی کامیابی کے لیے مسجد میں آجاؤ۔

مسجد اور مسجد والے اعمال

حضور ﷺ نے نماز سے پہلے مسجد میں اور چند اعمال بتائے تھے جس سے ایمان کی زندگی وجود میں آیا کرتی تھی مسجد میں دعوت دو اور سنو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں سنو یہاں ملائکہ کے تذکرے سنو ان انبیاء کے تذکرے سنو کیسے ان کی کوشش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب کیا، اچھے اور برے عمل اور ان کے فضائل اور نقصان پھر اللہ تعالیٰ کے دھیان کی مشق کرو ان چار کو سن کر دل میں ایک خاص قسم کا یقین ہوگا پھر آپ کو خالی نماز میں سب کچھ نظر آئے گا تخت سلیمانی کھانے بچوں کا بانجھ عورت سے پیدا ہونا یہ سب نماز پر ہوا آپ کو سنتے سنتے عملوں کا علم آجائے یہ نماز ساتوں زمین و آسمان سے قیمتی ہے نماز جس میں اللہ کا دھیان پیدا ہوجائے ایسی نماز پڑھو تو خدا کی

قدرت سے ملنا شروع ہو جائے گا۔

ہر عمل میں چار چیزیں پیدا ہو جائیں

ایسی نماز مشکل سے آتی ہے بنی اسرائیل کو نماز سکھانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تاکہ ان کی تمام تکلیفیں ختم ہوں پہلے نماز کے سارے اجزاء کا علم آجائے، پھر فضائل کا علم آجائے، مسائل کی صحیح شکل ہو پھر اسے سرمایہ بنا سکتا ہے اور کسی چیز سے نہیں بنا سکتا اگر عمل خراب ہو گئے تو خدا کی قدرت مقابلے میں آگئی پھر ساتوں زمین و آسمان سے بھی کام نہیں بنے گا اور پانچ دفعہ آنا ضروری کر دیا پانچ دفعہ کوئی چیز فرض نہیں مگر اپنے ایمان اور نیت کو پانچ دفعہ ٹھیک کرنا ضروری قرار دیا اور اس رُخ سے کرو گے تمہارا دل چیزوں سے خدا کی طرف پھر جائے مسجد میں چار چیزیں پہلے سیکھی جائیں گی، نماز ان چار پر آجائے گی تو نمازیں ٹھیک ہو جائیں گی اب کمائی پر بھی چار چیزیں آئیں گی، پھر کمائی ٹھیک ہو جائے گی۔

ایسی تجارت کا درجہ بہت بڑا ہے

اگر اپنی تجارت حضور ﷺ کے طریقے پر آئے تو انبیاء اور ان کے ولیوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اسی طرح زراعت کا حال ہے، اگر محمد ﷺ کے طریقوں پر آگئی تو ہر دانہ پر صدقہ کا ثواب ہوگا، یقین، صحیح علم، دھیان اور اخلاص، یہ چاروں چیزیں خرچ پر لگاؤ، اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرنا ہے اور جو محتاج ہے ان پر بھی خرچ کرنا ہے یوں کہو کہ یہ زندگی دنیا کے انسانوں کی زندگی بنانے کے لیے ہے، اب یہ تمہارا گھر خدا سے استفادہ کا گھر بن گیا، اب دوسرے ملکوں اور علاقوں سے ملنا یہ جو اختلاط ہوگا قوم، زبان، خاندان ان کے اعتبار سے معاشرت نہ بناؤ مسجد سے معاشرت کا علم لو اور یہاں سے سیکھو انصاف کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا حکم جس کے ساتھ چلنے کا ہے اسی کے ساتھ چلو اگرچہ

اپنا رشتہ دار کیوں نہ ہو اگر یہ زندگی آگئی تو جو مصیبت آئے تم نماز پڑھ کر اللہ سے مانگو تو ان آفتوں سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنت ملے گی، جو ایمان، علم، دھیان، اور اخلاص کے ساتھ کمائی خرچ اور معاشرت نہیں سیکھی تو پھر جب تکلیف آئے گی دعائیں مانگیں گے تو منہ پر پھینک دی جائیں گی۔

دعا محنت کی چیز ہے

دُعا محنت کی چیز ہے جو صحیح محنت کر کے سیکھنا ہے ان سب کو با اعتبار محنت ان صفتوں کے مطابق کرے، اب اللہ تعالیٰ کہے گا مانگ جو مانگتا ہے، جو اس طریقہ پر محنت کریں گے تو ان کی دُعائیں قبول کرنے کا وعدہ ہے، اب مسجد میں رات کو تالے لگائے جاتے ہیں تا کہ کوئی مسلمان چرا کر نہ لے جائے یہ بازاریوں والی مسجدیں بنا دیں۔

بڑھیا اور باز کا واقعہ، بادشاہ نے سارے شہر میں یہ کہلوایا کہ جب نااہلوں کے ہاتھ کوئی چیز آتی ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے یہی حالت ہم نے مسجدوں کی کردی ہماری مسجدوں میں ایمان کے حلقے علم کے حلقے، دھیان اور نماز اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے مانگنا نہیں رہا۔

ساری دنیا کے خطرات کا علاج

ساری دنیا کے خطرات جو آرہے ہیں وہ اس مسجدوں کے ماحول کے بنانے سے دور ہوں گے تا کہ یقینوں کی قوت کا رُخ پڑے، مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے یہ بہتری کا باعث ہوگا اور ہماری کشتی اس بھنور سے نکل جائے ہمت کر کے چار چار مہینے کا وقت لگاؤ، آقا کا باغ اجڑا ہوا ہے تو تمہاری غلامی کا کمال یہ ہے کہ ہم اسے ٹھیک کرنے کے لیے وقت دینے والے بنیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۷

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ ، کردارِ قاہرانہ

علماء کے ذمہ نبوت کی ذمہ داریاں

{افادات}

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں ختم بخاری شریف کے موقع پر کیا گیا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث جتنی ہیں وہ ساری کی ساری قرآن پاک کی تفسیر ہیں اور فقہ جو ہے وہ ان احادیث کی شرح ہے، اور ان سب کے پڑھنے پڑھانے کا مطلب جو ہے وہ اس پر عمل کرنا ہے۔

علوم جو ہیں یہ سارے کے سارے واسطہ ہیں، وسیلہ ہیں، اصل جو ہے، وہ عمل ہے، یہ علوم اس لیے ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اگر عمل نہ کیا جائے تو ایسے علوم سے حضور پاک ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ''

وہ علم جو نفع نہ پہنچائے اس سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

پیر گراف از بیان حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد:

سند بڑی ذمہ داری ہے

ختم بخاری شریف کے موقعہ پر اساتذۂ مدرسہ کاشف العلوم نے اجازت حدیث شریف کی درخواست کی تو اس پر اجازت مرحمت فرمانے سے پہلے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حجاز مقدس حاضر ہوا، تو وہاں کے ایک بڑے عالم جن کا نام محمد علوی ہے، مجھ سے اجازت حدیث چاہی، مگر میں نے یہ لکھ کر انکار کردیا کہ میں اس کا اہل نہیں۔ مگر پھر اساتذہ کرام کی درخواست پر ارشاد فرمایا کہ بھائی یہ اجازت جو ہے، یہ بڑی اہم ذمہ داری ہے، دینے والے کی بھی اور قبول کرنے والے کی بھی۔

ارشاد فرمایا کہ بس اس شرط کے ساتھ تو اجازت ہے کہ دین کے اوپر قائم رہو، اس

پر ثابت رہو، اجازت تو اسی شرط پر ہے (یہ لفظ فرماتے ہوئے آواز بھر آگئی) اور باقی جتنے علوم پڑھے گئے ہیں، جو پڑھ لیا گیا ہے، جو حدیث میں پڑھا ہے وہ سارا قرآن پاک کے اندر ہے، اس کی تفسیر ہے۔

احادیث جتنی ہیں وہ ساری قرآن پاک کی تفسیر ہیں، اور فقہ جو ہے وہ ان احادیث کی شرح ہے اور ان سب کے پڑھنے پڑھانے کا مطلب جو ہے وہ اس پر عمل کرنا ہے۔

علوم عمل کا وسیلہ ہیں

علوم جو ہیں، یہ سارے کے سارے واسطہ ہیں، وسیلہ ہیں۔ اصل جو ہے وہ عمل ہے، اور یہ علوم اس لیے ہیں کہ اس پر عمل کیا جاوے اور اگر عمل نہ کیا جائے تو ایسے علوم سے حضور پاک ﷺ نے پناہ مانگی ہے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ" وہ علم جو نفع نہ پہنچائے اس سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

ایمان کی رسم اور ہے حقیقت اور ہے

میرے بھائیو، دوستو، بزرگو! یہ جو رسوم ہیں اور یہ جس چیز کی رسوم ہیں ان کی حقیقتیں الگ الگ ہیں۔ یہ ایمان ہے پڑھنے کے اندر تو ایک لفظ ہے اور کتاب الایمان ہے، تین ورقی (بخاری شریف کے شروع میں کتاب الایمان دو تین ورقی ہے اس کی طرف اشارہ فرمایا) لیکن یہ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے اس پر جتنی محنت کی جائے گی جتنی کوشش کی جائے گی جتنی جان لگائی جائے گی اتنا ایمان حاصل ہوگا۔

ایسے یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ ایسی ہیں کہ اس پر جب محنت کی جائے گی تو اس کی حقیقت حاصل ہوگی، ورنہ یہ خالی رسوم ہو کر رہ جائے گی۔ اور رسوم جو ایسے ہیں کہ اگر ان

کے اوپر عمل نہ کیا جائے تو حدیث پاک میں آتا ہے: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ بِعِلْمِهِ'' کہ قیامت کے دن سخت عذاب والوں میں سے ہے وہ عالم جو اپنے علم پر عمل نہ کرتا ہو اور اگر عمل کرتا ہو تو اس کے مطابق زندگی نہ گزارتا ہو۔

تو بھائی اُن کا درجہ بھی ان کی منقبت بھی یہ ہے جس نے علم اس لیے پڑھا ہو کہ اس کے ساتھ دین کو زندہ کریں گے، دین کے زندہ کرنے کی نیت سے اس کو سیکھا ہے، اس حال میں اس کی موت آجاتی ہے، اس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ کا فرق رہ جاتا ہے۔ محنت کرتا ہے تو اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور نہیں کرتا تو یہ عمل ہمارے اوپر حجت ہوتا ہے، اللہ بچائے۔

موت تک طالب علم رہنا

اس کے اوپر جان لگانے کی، اس کے اوپر محنت کرنے کی کوشش کرنا، آخر وقت تک، موت تک جس پر لگے رہنا اور موت تک طالب علم ہی رہنا۔

حضرت عمر ﷺ حضور ﷺ کے ساتھ زندگی گزارتے تھے، پھر حضرت ابوبکر ﷺ کے ساتھ زندگی گزاری، پھر اپنی خلافت کے زمانے میں اخیر زمانے میں کہنے لگے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کا علم مجھے نہیں ہے، کاش میں انہیں مرنے سے پہلے جان لیتا۔

پھر پوچھا گیا کہ ان تین باتوں سے کیا مطلب ہے کہ باوجود حضور اکرم ﷺ کی صحبت حاصل کرنے کے اور حضرت ابوبکر ﷺ کے دست راست رہنے کے اور امیر المومنین ہونے کے وہ طالب علم رہے، یہ علم کی طلب موت تک رہے۔

محنت اور طلب پر علوم کھلتے ہیں

آدمی جو ہے کسی وقت کے اندر اس کی کہیں کوئی حد نہیں ہے۔ کہ جتنی طلب کرے گا، جتنی محنت کرے گا، اللہ پاک کے یہاں سے اتنا علم اس کو حاصل ہوگا۔

ایک روایت میں ہے: ''مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ اَوْرَثَهُ اللهُ مَالَمْ يَعْلَمْ''

جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اللہ ان چیزوں کا اس کو علم دیتے ہیں جن کو وہ جانتا بھی نہیں۔

بہرحال یہ جو ہے تمھاری کتابوں کا ختم ہو جاتا، یہ علم کا ختم ہو جانا نہیں، یہ زندگی گزارنے کی ایک گواہ ہے، چلنے کا ایک طریقہ ہے۔

ظاہری الفاظ سے حقیقت تک رسائی کیسے ہو

اس سے معلوم ہوا یہ تو اپنا طریقہ بتلاتا ہے، انہوں نے حقائق بتائے ہیں کہ یہ ایمان ہے، توکل ہے، تقویٰ ہے، صبر یہ ہے، شکر یہ ہے، اور نماز زکوۃ یہ ساری چیزیں ہیں جتنا ان کے لیے اپنی محنت کی جائے گی، کوشش کی جائے گی اتنی اس کی حقیقت حاصل ہوگی ورنہ تو یہ رسوم ہیں، ظاہری الفاظ ہیں۔

اگر زندگی ان سے ہٹی تو بھائی! یہ ہمارے لیے سخت خسارے کی بات ہے۔ یہ ہمارے اوپر حجت ہوں گے۔ اس لیے موت تک اس کی محنت کرنا، اس کی کوشش کرنا، اس دین کے زندہ کرنے کے اندر لگنا۔ يُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ۔

وہ جو میں نے روایت کا ترجمہ کیا کہ علم کی طلب اس واسطے ہو تا کہ وہ دین کو زندہ کرے تو اس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان ایک ہی درجہ ہے بس! حقیقت جو ہے وہ محنت کرنے سے قربانی سے آجاتی ہیں۔

دنیا کی چیزوں میں بھی صورت الگ اور حقیقت الگ ہوتی ہے

دنیا کی چیزوں میں بھی یہی بات ہے جیسے کہ جو پڑھے کاغذ پر لکھ دو، لفظ موٹر کچھ

بھی نہیں۔ بچہ بیس دفعہ لکھ دے، لیکن اس کی حقیقت ہے کہ اس کے حاصل ہونے، سیکھنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، اس کی اجازت لینی پڑتی ہے، اس کے لیے رقم جمع کرنی پڑتی ہے، اس کے بعد پھر وہ موٹر حاصل ہوتی ہے، باقی موٹر کا لفظ جو ہے بغیر کچھ کیے حاصل ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی بھائی یہ سارے کے سارے علوم ہیں اگر ان میں محنت کریں گے، تو ان کی حقیقت ملے گی۔ تو پھر اللہ جل شانہٗ کے یہاں ان کی منقبت ہے اور اگر نہیں تو بھائی یہی چیز ہمارے لیے پکڑ کا اور خدا کے یہاں ہمارے اوپر حجت ہونے کا ذریعہ ہے۔

علماء کے ذمہ نبوت والی ذمہ داریاں ہیں

ہم محنت کریں گے، کوشش کریں گے تو پھر یہی: ’’اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ‘‘

علماء جو ہیں، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، اور وارث کا کیا مطلب ہے؟

یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی نبوت کے اندر سے کچھ مل گیا، نہیں! جو ذمہ داری انبیاء کرام علیہم السلام کی تھی وہی ذمہ داری ہمارے اوپر آگئی وارث کے ذمہ وہ ساری ذمہ داریاں ہوتی ہیں، جو مورث کے ذمہ ہوتی ہے۔

اس لیے میرے بھائیو، دوستو، عزیزو اور بزرگو! یہ نیت کرو، یہ ارادہ کرو کہ موت تک اپنی زندگی جب تک باقی ہے، ان علوم پر ہم محنت کرتے رہیں گے، کوشش کرتے رہیں گے، اور قربانی دیتے رہیں گے، جتنی قربانی دو گے، اتنی اس کی حقیقت حاصل ہوگی، اللہ مجھے بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قلب میں سوز نہیں ، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

درجات علم

{افادات}

داعی کبیر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اقدس کا یہ بیان ۲۲ رجنوری ۱۹۹۵ء عالمی اجتماع گورینی کے موقع پر مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں علماء کرام کی خصوصی نشست میں ہوا، پوری مسجد علماء کرام سے بھری ہوئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

مولانا الیاس صاحبؒ کو اللہ نے اصول الہام کیے تھے، ایک اصول یہ بتایا کہ ائمہ اربعہ کے فروعی مسائل کا تذکرہ نہ کرنا، اپنے اپنے علماء کے پاس جاؤ ان سے پوچھو تا کہ عوام کا علماء سے تعلق ہو۔

آج عوام و علماء کا تعلق ٹوٹتا جا رہا ہے، چھوٹتا جا رہا ہے، عوام علماء سے فائدہ حاصل نہیں کرتے، کچھ لوگ علماء سے پوچھ لیتے ہیں۔، اور کچھ پوچھ کر چلتے ہیں، کچھ نہیں چلتے۔

ہم عوام سے کہتے ہیں کہ علماء سے جڑیں اور علماء سے کہتے ہیں کہ وہ عوام سے جڑیں، اور عوام پر ترس کھائیں، عوام بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں ان پر ترس کھائیں۔

پیرگراف از بیان حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

حقیقی علم ایک ہی ہے دیگر سارے فنون ہیں

معزز علماء کرام! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے اپنا علم اتارا، اصل تو دنیا میں علم ایک ہی ہے۔ اور جو کچھ دنیا میں علوم پائے جاتے ہیں وہ علوم صرف تجربات و فنون ہیں۔ ڈگری کا علم سائنس کا علم یہ سارے کے سارے دنیا کے علم حقیقت نہیں بلکہ ایک شکل ہے جن شکلوں میں دنیا والے چل رہے ہیں۔

جو اللہ نے آسمان کے اوپر سے جبرئیل کے ذریعہ نبی ﷺ پر بھیجا اس علم کو حضور پاک خاتم الانبیاء تاجدار مدینہ پر آ کر کامل کر دیا۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ

[سورۃ انبیاء: ۱۸]

بلکہ ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں جس سے اس کا بھیجا نکل جاتا ہے اور وہ ختم ہو جاتا ہے اور باطل اس علم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ یہ علم انسانوں کو اللہ کی طرف کھینچنے کے لیے آیا۔ جنت کی طرف لے جانے کے لیے آیا۔ دوزخ سے بچانے کے لیے آیا۔ یہ علم دنیا میں اللہ کا خلیفہ بنانے کے لیے آیا۔

علم بے پناہ خوبیوں کو لاتا ہے

یہ علم لوگوں کو جوڑنے کے لیے آیا۔ یہ علم امن پیدا کرنے کے لیے آیا۔ سکینہ لانے کے لیے آیا۔ یہ علم برکتیں لانے کے لیے آیا۔ یہ علم رحمتوں کی ہوائیں چلانے کے لیے آیا۔ یہ علم غیبی نظام لایا جو مشاہدہ کو ختم کر دے گا۔

لیکن کب؟ جب صفات آئیں گے جب اس علم کو غیبی نظریہ سے لیا جائے گا۔ مشاہدہ سے غیب کی طرف دل و دماغ کی طاقتوں کو پھیرنا چاہئے۔ جو لوگ مشاہدہ سے متاثر ہوں گے ان کے لیے یہ علم مفید نہ ہوگا۔ بلکہ ان مشاہدہ والوں کو ذلت میں آنا پڑے گا۔

ساری دنیا کی طاقت، فوج کی طاقت، ایٹم بم کی طاقت، ہائے ڈروجن بم کی طاقت اس علم کے مقابلہ میں ذرہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس علم پر اللہ نے مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ [سورۂ محمد: ۷]

دنیا والے اس علم کی طاقت نہیں جانتے۔ یہ علم جب بندہ کے اندر آتا ہے تو اس کے اندر زندگی کے نظام کو بدل دیتا ہے، اس کے جذبات اور خیالات بدل دیتا ہے۔ فرشتوں سے اوپر لے جائے گا اللہ سے رابطہ قائم کر دے گا۔ اللہ کی رضا اس علم پر ہے۔

علم کی طاقت سے ہم ناواقف ہیں

یہ علم آج ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہم اس کی طاقت سے ناواقف ہیں۔ اس علم کی مثال ہیرے کی سی ہے۔ بچہ کو جو ناواقف ہے اس کو ہیرا دے دیا جائے جو کہ ملین روپیہ کا اور کروڑوں کا ہے بچہ سے کہا جائے اس میں جہاز ہے، بڑی کار ہے، بلڈنگ ہے، عزت ہے، بچہ کہے گا یہ پتھر ہے۔ اس میں نہ کاریں ہیں نہ بلڈنگیں ہیں، ایسے ہی یہ

علم، یہ دین واسلام میں نہ عزت، نہ خلافت نہ کوئی قیمت نظر آتی ہے نہ اس کی کوئی حیثیت نظر آتی ہے۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ ایک کتاب ہے ہم پڑھتے ہیں اس سے کوئی کام دنیا میں بنتا نظر نہیں آتا۔ لیکن ڈاکٹری انجینئرنگ پڑھتے ہیں تو عمدہ کپڑے عمدہ کھانے عمدہ سواریاں آجاتی ہیں۔ کیا بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس علم پر وہ محنت نہیں کی جو دنیا والوں نے اپنے علوم پر کی ہے۔

علم کے تین درجے ہیں

دنیا والے بھی اپنے علوم میں ان تین درجوں میں چل رہے ہیں دین والوں کو بھی ان تین درجوں میں چلنا پڑے گا، تب اس علم کی طاقت کا ظہور ہوگا۔

علم کا پہلا درجہ

اول درجہ۔ الف باء تاء ثاء۔ ا، ب، ت، ث، اے بی سی ڈی (A B C D) یہ علم لفظی ہے۔ چاہے دنیا والوں کے علوم ہوں چاہے دین والوں کے، یہ لفظی کہا جائے گا۔ فرق اتنا ہے کہ دین والوں کو اس علم کے لفظ پڑھنے پر ثواب ملے گا اور دنیا والوں کو ثواب نہیں ملے گا۔

لَا اَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ وَلٰکِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ لَامٌ حَرْفٌ مِیْمٌ حَرْفٌ۔

ہر حرف کے بدلے تیس نیکی ملے گی مگر دنیا والوں کو اے بی سی ڈی (A B C D) پر نیکی نہیں ملے گی۔ دین والوں کی یہ نیکی آخرت میں کام کرے گی۔ عذاب سے بچائے گی، حوض کوثر کا جام پلائے گی، میزان (ترازو) کو بھاری کرے گی۔

علم کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ علم صوری ہے ہم علم پڑھتے ہیں شکلیں بنی ہوتی ہیں یہ ڈنگی یہ منگی۔

ہمارے یہاں بھی صبر وشکر وحیاء کی شکل وصورت ہے۔ ان دونوں درجوں پر دنیا میں نہ نتیجہ ان کا آتا ہے نہ ہمارا آتا ہے۔ اس سے آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ دنیا کے علوم والے یہاں تک یعنی ان دو درجوں تک قناعت نہیں کرتے بلکہ آگے بڑھتے ہیں۔

علم کا تیسرا درجہ

تیسرا درجہ شکل کو حقیقت کا جامہ پہنانا ہے۔ ترقی کرتے ہیں اور ان شکلوں کو حقیقت کا جامہ پہناتے ہیں، محنت کر کے ایٹم بم ہوائی جہاز بناتے ہیں اور چیلنج دیتے ہیں کہ مقابلہ میں آجاؤ اسی طرح ہمیں محنت کر کے اپنے اندر تقویٰ توکل امانت صبر وشکر و حیاء اپنے اندر لانا ہے، صفات اپنے اندر لائیں قرآن کے صفات ہی ہمارے اندر آویں۔ اللہ نے اپنی معیت ومحبت صفات کے ساتھ بیان کی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝ [سورۃ البقرۃ:۱۵۳]

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۝ [سورۃ البقرۃ:۱۹۴]

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝ [سورۃ توبہ:۷]

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۝ [سورۃ آل عمران:۱۴۶]

صفات کے ساتھ اللہ کی معیت ومحبت ہے۔ دنیا والے تیسرے درجہ تک پہنچے ہیں جو ان کے مقاصد ہیں ہم علم صوری یعنی دوسرے تک پہنچے ہیں۔ اس لیے دعوت کے ذریعہ محنت کر کے علم صوری کو حقیقت کا جامہ پہنانا پڑے گا اللہ کا نظام ہے تب حق اوپر ہوگا حق والے کے نیچے باطل والے ہوتے ہیں یا باطل والوں کے نیچے حق والے ہوتے ہیں۔

حق کی سربلندی دعوت پر موقوف ہے

جب دعوت قائم ہوگی تو حق کو اور حق والوں کو اوپر لائے گی اور باطل اور باطل والوں کو نیچے لائے گی اور دعوت قائم نہ ہوگی تو باطل اور باطل والے اوپر اور حق اور حق

والے نیچے آ جائیں گے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔
اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَةِ وَاَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَکْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُهٗ حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ۔ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

جب تم بخل کی اتباع کرنے لگو اور تمہاری تجارتیں بغیر حلال وحرام کی تمیز کے ہونے لگیں اور تم بیلوں کی دم پکڑ لو کھیتی پر راضی ہو جاؤ اور اللہ کے راستہ کی محنت چھوڑ دو تو اللہ تم پر ذلت مسلط کر دے گا وہ ذلت اس وقت تک سروں سے نہیں ہٹے گی جب تک تم دوبارہ لوٹ کر دین کی محنت نہ کرنے لگو)۔

حق اصل جہاد سے اوپر آوے گا، جہاد کی شکلوں سے نہیں

کیا سبق ملا ہمیں اس حدیث سے کہ جہاد کی شکلیں بہت ہیں۔ ان سے کام نہ چلے گا جب تک کہ اصل جہاد نہ ہو جیسے شہید کی قسمیں ہیں۔ اصل شہید وہ ہے جو غزوہ، معرکہ میں شہید ہو گیا ہو۔ وہ بھی اور اس کا گھوڑا بھی۔ آج اصل شہادت ختم ہو گئی ہے پانچ قسم کی شہادت ہے۔ مبطون (پیٹ کے درد یا دردزہ میں مرجائے) غریق (ڈوب جائے) حریق (آگ میں جل جائے) مطعون (طاعون کی بیماری میں مرجائے) وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ (جو مال کی حفاظت میں مرجائے یا قتل کر دیا جائے) وہ سب شہید ہیں یہ شہادت کی پانچوں قسمیں حق کو اوپر نہیں لاسکتی اور باطل کو نیچے نہیں لاسکتی۔ جب تک کہ اصلی جہاد نہ کیا جائے اور وہ ہے اعلاء کلمۃ اللہ کی دعوت اور اس کی محنت۔ ایمان کی دعوت اور اس کی محنت کی وجہ سے حق اوپر آئے گا اور باطل نیچے آئے گا ورنہ نہیں۔

ہمارے دلوں کا تاثر باطل کے ساتھ ہے

سب سے پہلے ہم ایمان کی حدیث سنیں اور اس میں غور کریں۔

لَاتَزَالُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنَّقْمَةَ مَالَمْ يَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا۔ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا قَالَ يُظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ۔ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(کلمۂ توحید اپنے پڑھنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اس سے عذاب وبلا کو دور کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی نہ کی جائے صحابہ کرام نے عرض کیا کلمہ کے حقوق سے بے پروائی کیے جانے کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کھلے طور پر کی جائیں اس کے بند کرنے اور روکنے کی کوشش نہ کی جائے۔

آج یہ پایا جارہا ہے۔ منکرات (برائیاں) ہمارے گھروں میں ہیں۔ بازاروں میں ہیں شاہراہوں اور چاروں طرف منکرات۔ محرمات وفواحش (گناہ وحرام کاریاں اور بے حیائیاں) پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمیں ان کے پھیلنے کا غم نہیں اس پر آنسو نہیں نکلتے۔ كُلُّ شَيْئٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ. (ہر چیز اللہ کے علاوہ فانی ہے) باطل یعنی فانی چیزوں سے ہم خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے دلوں کا تاثر باطل کے ساتھ ہے، انبیاء کے ساتھ نہیں ہے۔ حضور کس چیز کو پسند کرتے تھے کس کو مکروہ سمجھتے تھے اس سے ہمیں تعلق نہیں ہے۔

آج عملی دعوت کی اشد ضرورت ہے

حضور رحمۃ للعالمین ہیں تو ہم بھی عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آج سارے عالم کے علما مل کر یہود ونصاریٰ کے سامنے حضور کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں کرسکتے۔ بلکہ یہودی ونصرانی یہ کہے گا کہ کتاب سے تو رحمۃ للعالمین ہونا ثابت کردو گے میں اس کو نہیں مانتا۔ میں تو نبی کے تلامیذہ (شاگرد) کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ رحمت ہیں کہ نہیں۔ ان کے اندر ایمان، عبادات ومعاملات اخلاق ومعاشرت دیکھنا چاہتا

ہوں۔

اگر یہ سب ہیں تو مان جاؤں گا کہ نبی رحمۃ للعالمین تھے اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [سورۂ انبیاء: ۱۰۷] (ہم نے حضور کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے) اس آیت کو ہم نے مٹایا ہے۔ہم نے بدنام کیا۔ نبی کو اور قرآن کو ہم نے بدنام کیا۔

جب نبی اُسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ہیں تو ہم اس کو اپناتے تو باطل مان جاتے جب اسوۂ حسنہ پر عمل کیا تھا تو يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا [سورۂ نصر: ۲] (لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے) جیسے پہلے داخل ہوئے تھے یہ اب بھی ہوگا۔

یہود و نصاریٰ دوسرا عملی ثبوت ہم سے مانگتے ہیں

دوسرا سوال یہود و نصاریٰ کرتے ہیں کہ نبی خاتم النبیین ہیں اسے ثابت کردو نبی کی ضرورت دنیا میں کیوں ہوتی ہے، جب ایمان، عبادت اخلاق معاشرت معاملات بگڑ جاتے تب درست کرنے کے لیے نبی بھیجے جاتے۔اور کفر و شرک سے لوگوں کو نکالتے تھے اور ان کو ایمان کی لائن پر لاتے تھے۔ان کے اخلاق معاملات و معاشرت صحیح کرتے تھے۔

آج ہمارے اندر امانت، صداقت، عدالت، معاشرت و معاملات نہیں ہیں۔تو اب نبی کی ضرورت کیوں نہیں؟ (اس بگاڑ کو درست کرنے کے لیے نبی کی ضرورت کیوں نہیں؟)

اگر دعوت چلتی ہوئی چلی آتی تو یہ چیزیں ہمارے اندر آتیں اور نبی والا کام کر کے ہم ثابت کر دیتے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین ہیں۔

نبوت کی میراث میں علم کے ساتھ دعوت بھی داخل ہے

عرفات کے میدان میں آپ نے پوچھا هَلْ بَلَّغْتُ تین بار (کیا میں نے اللہ کا

پیغام تم تک پہنچ نہیں دیا) صحابہ نے جواب دیا بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ (آپ نے پیغام پہنچا دیا امانت کو ادا کر دیا۔ امت کو نصیحت کر دی)

تو آپ نے انگلی اٹھا کر آسمان کی طرف تین بار فرمایا اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ اے اللہ! یہ اقرار کر رہے ہیں کہ میں نے امانت پہنچا دی تو گواہ رہ۔

یہ کہہ دینا بہت آسان ہے "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ" کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں لیکن ہم نے اس ورثہ کو صرف علم پر فٹ کیا ہے حالانکہ سب سے پہلی چیز نبی کی دعوت ہے، اس میں وراثت ہونی چاہیے، ایسے نبی کی ہر چیز، دین کا ہر حصہ وراثت میں داخل ہے اس کے بعد فرمایا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (جو موجود ہیں اس وقت عرفات میں وہ غیر موجود تک پیغام پہنچا دیں تو صحابہ حضور کی امانت لے کر دنیا میں پھیل گئے۔ تقریباً دس ہزار صحابہ نے مدینہ کے اندر انتقال فرمایا ہے۔ دس ہزار کی قبریں ہیں حجاز میں۔ باقی سب صحابہ دنیا میں امانت کو لے کر پھیل گئے۔ ان کے پاس ہوائی جہاز، موٹریں نہیں تھیں۔ اونٹ۔ گھوڑے۔ خچر (بغلہ) و گدھے (حمار) پر گئے۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

عقبہ بن نافع قیروان جو جزائر کے جنوب میں ہے افریقہ کا ایک ملک ہے وہاں شہر بس گیا ہے وہاں شیر و سانپ وغیرہ تھے جنگل تھا۔ خطاب کیا کہ تین دن میں جنگل خالی کر دو ورنہ قتل کر دیں گے۔ جنگل کو صاف کیا اور لشکر ڈال دیا جانوروں نے ان کی اطاعت کی (بات مانی) وہاں قوم بربر تھی۔ سب سے زیادہ زبردست قوم تھی ان سے وہ لڑے اور تین سو کے لشکر کے ساتھ عقبہ شہید ہوئے۔

اس بربری قوم نے ان کو دھوکہ دیا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اسلام لائے ہیں۔ جب تین سو کو شہید کر دیا اللہ نے قوم بربر کی مدد کی کہ وہ صحیح میں اسلام لائے اور اللہ نے

ان سے دین کا کام لیا۔ جیسے چنگیز خاں نے بغداد میں خوں ریزی کی (قتل وغارت کی) جب بغداد میں ظلم وستم تھا پھر اللہ نے ان سب کو اسلام سے نوازا اور ان کے ذریعہ اسلام پھیلا۔ اس کے بعد تیمور لنگ کے ذریعہ اسلام ہند میں آیا۔

ہم کو دعوت کی طاقت کا اندازہ نہیں

تو دوستو بزرگو! دعوت میں اللہ نے طاقت رکھی ہے۔ ہر ایک کو اس کی طاقت کا اندازہ نہیں۔ جیسے کسی دیہاتی کو ایک کارتوس بندوق کی گولی ملی کسی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ شیر کو مارتا ہے، تو اس نے پھینک کر کتے کو مارا تو وہ نہ مرا۔

تو اس سے کہا گیا اس کی طاقت بندوق کے نال میں ظاہر ہوگی۔ غریب تھا دس روپیہ کی پلاسٹک کی بندوق خریدی تو کہا گیا ریوالور لاؤ تو اس نے کہا میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو گولی کی جگہ بندوق کی نال ہے جس طرح اس دیہاتی کو گولی کی طاقت کا اندازہ نہیں اسی طرح مسلمانوں کو توحید واعمال کی طاقت کا اندازہ نہیں علم کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔ قرآن کی طاقت اور علم کی طاقت، یہ علم فرشتوں کو کھینچ کر لائے دریا مسخر (تابع) کردے۔

بغیر دعوت کے دُعائیں بے جان ہیں

آج نماز پڑھتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں قبول نہیں ہوتیں۔ قنوت نازلہ پڑھتے ہیں اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَمَزِّقْ جَمْعَهُمْ پوری دعا کرتے ہیں یہ دعائیں اپنے اوپر پڑتی ہیں باطل پر کافر ومشرک، یہود ونصاریٰ تک نہیں جاتیں، حدیث میں ہے وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ يَبْعَثُ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور

بالضرور اچھائی کا حکم کرتے رہو برائی سے روکتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا پھر اس وقت تم دعا مانگو تو تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا) اس لیے دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں۔ دعائیں مسئلہ کو حل نہیں کر رہی ہیں۔

امت حالات کی شکار کیوں ہے

مسلمان بہت پریشان ہیں کیوں؟ اس لیے کہ حضور کے طریقے مٹے ہوئے ہیں۔ نصاریٰ کے طریقے باطل والوں کے طریقے گھروں میں آگئے ہیں ان کے طریقے شادی مکان و کپڑوں میں آگئے ہیں۔ یقین بدل گیا ہے۔

آج مسلمان سے پوچھیں مال کیسے حاصل ہوگا تو وہ کہے گا یا مزدوری کر یا کارخانہ لگا یا دوکان کر۔ اسباب کو اختیار کر تو مال آئے گا۔ یہی سوال یہودی نصرانی سے کرو وہ بھی یہی جواب دے گا مسلمان اور ان کے جواب میں کیا فرق ہے؟

دوسرا سوال۔ امن نہیں ہے خوف ہے مسلمان سے پوچھو کیسے خوف دور ہوگا تو کہے گا ملک و مال حاصل کرلو خوف دور ہو جائے گا۔ یہودی و نصرانی بھی یہی جواب دے گا۔ ان تینوں (مسلمان یہودی اور نصرانی کا عقیدہ ایک ہے؟ مسلمان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ ساری چیزیں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے کشادہ کردے جس کو چاہے تنگ کردے۔

اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ [سورۂ زمر: ۵۲] (اللہ جس کی روزی چاہتا ہے وسیع کردیتا ہے جس کی چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے)

دوسری جگہ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ [سورۂ آل عمران: ۲۶]

یہ یقین بناؤ دل کے یقین سے کہو یہ بات اے اللہ! تو سارے عالم کا مالک ہے، تو اپنی قدرت سے کرتا ہے اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

بنی اسرائیل پر حالات اور اُس کے اسباب

اللہ نے بنی اسرائیل اور فرعون کا --- کہ تین دفعہ اللہ تعالیٰ عذاب لائے اُن پر یہ بنی اسرائیل حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ نبی کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المقدس دے رکھا تھا، مال و دولت بھی دیا تھا، یہ امتحان ہے۔

جب مال و دولت میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ شہر بابل سے بخت نصر کو لایا، اس نے سب بنی اسرائیل کو قتل کیا اور سارا مال و دولت شہر بابل لے گیا۔

پھر انہوں نے توبہ کی تو کسریٰ سے پہلے ایک بادشاہ آیا تو اللہ نے بیت المقدس ان کو دیا اور مال و دولت واپس دیا، آخر میں فرعون قبطی کو مصر میں بنی اسرائیل پر مسلط کیا۔ **يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ** [سورۂ بقرہ:۴۹] جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتا تھا اور عورتوں کو چھوڑ دیتا تھا زندہ رکھتا تھا۔ یہ سارا نظام اللہ کی طرف سے ہے۔ عزت ذلت اللہ کی طرف سے ہے۔

اللہ کی سنت بدلتی نہیں **لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا** [سورۂ فاطر:۴۳]

تقویٰ و توکل پر اللہ کی مدد آئی

پھر موسیٰ کو بھیجا فرعون کو مٹانے کے لیے۔ بنی اسرائیل کو اللہ نے دو حکم دیئے۔

(۱) نماز قائم کرو۔ (۲) اللہ پر بھروسہ کرو۔ تقویٰ و توکل اختیار کرو: **اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ** [سورۂ یونس:۸۷] آج ہماری نماز سے

تقویٰ وتوکل پیدا نہیں ہوتا۔ایسی نماز ہم نہیں پڑھتے جس سے تقویٰ وتوکل پیدا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اندر تقویٰ وتوکل داخل کرادیا تاکہ فرعون سے متاثر نہ ہوں اور مشاہدہ سے متاثر نہ ہوں۔

جب یہ دونوں صفتیں بنی اسرائیل کے اندر آگئیں تو ان کے لیے اللہ نے سمندر میں بارہ راستے بنادیے اور فرعون والِ فرعون کو بحر قلزم میں ڈبودیا۔پھر بنی اسرائیل کو مصر میں واپس لاکر اللہ نے فرعون کا بنا بنایا ملک بنی اسرائیل کو دے دیا۔بغیر محنت کے بنی اسرائیل کو فرعون کے خزانے ملے۔ان کے باغات نہریں کپڑے عورتیں اور بچے سب مل گئے۔کیا بنی اسرائیل نے یہ سب مال سے خریدا؟اور امن بھی آگیا،خوف امن سے بدل گیا۔

ذلت عزت سے بدل گئی ہم قرآن ہدایت کی نیت سے نہیں پڑھتے علم کی نیت سے پڑھتے ہیں۔تو وہ علم فتنہ بن جاتا ہے اور ہدایت آتی ہے دعوت سے۔

پچھلی قوموں پر چار بڑے بڑے عذاب

انبیاء کی دعوت کو نہ ماننے والوں کو اللہ نے تباہ کیا،اللہ کے چار عذاب بڑے بڑے ہیں۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۔

[سورۃ العنکبوت:۴۰]

اللہ اگر آج فرشتہ سے چیخ کرائے قوم ثمود کی طرح تو سب کے دل پھٹ جائیں۔قوم شعیب پر اللہ زلزلہ لائے تجارت والی قوم تھی،ناپ وتول میں کمی کرتی تھی،زلزلہ سے برباد ہوگئے قوم نوح اور قوم فرعون کو پانی میں ڈبودیا۔قوم عاد پر ہوا بھیجی سب ختم

ہوگئے۔آج بھی اللہ کی وہ طاقت ہے،مگر ہدایت والی محنت نہ رہی جس سے اللہ اپنی طاقت ظاہر کرتا ہے۔ایمان ویقین ہدایت والی محنت سے بنتا ہے۔

دعوت کی محنت پر تھوڑے حالات ضرور آئیں گے

مکہ میں ایمان بنا،ایمان بنانے میں بلال صہیب وعمار پر کیا حالات آئے حضور پر طائف میں کیا حالات آئے۔مکہ میں آپ پر کیا حالات آئے دعوت پر حالات آئیں گے۔اُن کا یقین قوی تھا تو ان پر سخت حالات آئے اور ہمارا یقین کمزور ہے تو ان کے والے حالات ہم پر نہیں آئیں گے تھوڑے سے حالات اللہ ہم پر لائیں گے۔

جس کو قرآن نے بیان کیا ہے۔وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ [سورہ بقرہ :۱۵۵ تا ۱۵۶] تھوڑا امتحان لیں گے۔(کچھ خوف ڈال کر کچھ بھوک کچھ مال وجان وپھل میں نقصان کرکے امتحان لیں گے۔

ابتداء میں مولانا الیاسؒ کی دعوت پر علماء کو اشکال

مولانا الیاسؒ نے میواتیوں کو باہر نکالا کہ ان کے ماحول میں ایمان آنا مشکل ہے۔اللہ کی راہ میں نکلو دین سیکھتے رہو دوسروں کو دین سیکھنے کے لیے نکالتے رہو تو اس وقت سب علماء کو اشکال ہوا مولانا الیاسؒ کی پورے ہندوستان میں کسی نے موافقت نہیں کی۔

(۱) پہلا اشکال یہ ہوا کہ ان میواتیوں کو کیوں گھر چھڑایا جارہا ہے۔فتوے آنے شروع ہوگئے گھر چھڑانے کے خلاف۔

(۲) دوسرا اشکال یہ ہوا کہ جن کو کلمہ یاد نہیں سارا نظام ان کے گھر کا ہندوؤں کی طرح ہے ہندوانہ طریقہ پر ان کا سب نظام تھا یہ لوگ تبلیغ کریں گے۔ بڑے بڑے علماء نے اشکال کیا۔

(۳) تیسرا اشکال یہ ہوا کہ یہ لوگ بدعتی وفاسق کو بھی سلام کرتے ہیں مولانا الیاس اور ہم بھی یہ اشکال سنتے رہے اوران میواتیوں سے کہتے رہے کہ تم لوگ ان سب اشکال کو سنتے رہو اور چلتے رہو کام کرتے رہو۔ خاموش رہو اور ان علماء کا اکرام کرو اور سنتے رہو اور جواب نہ دینا۔ اللہ جواب دے گا۔

ایک عرب عالم سے دعوت کے اصول پر گفتگو

مسجد نور کے مہمان خانہ میں بیٹھا تھا تو علماء جامعۃ الاسلام (مدینہ یونیورسٹی) آئے میں عربی میں بات کررہا تھا۔ میں نے کہا دعوت کے اصول میں ایک اصول یہ ہے کہ مردم شناسی موقع شناسی کہ حق بات ان میں کہی جاتی ہے جن میں استعداد ہو اور بات کہنے کا موقع ہو تو

ایک عرب عالم نے ان میں سے کہا اس کی دلیل دو۔ میں نے ان سے کہا آپ لوگ پڑھاتے ہیں اور جانتے نہیں ہیں میں نے ہنس کر کہا اور کہا کہ یہ اصول مسلم شریف میں ہے۔

ابوہریرہ کو حضور نے جوتا دے کر بھیجا کہ جاؤ خوشخبری سنادو جو کلمہ پڑھے وہ جنت میں جائے گا تو عمر نے ابوہریرہ کو زور سے مارا، دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

عمر نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ لوگ صرف کلمہ پر بھروسہ کرلیں گے فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یَّتَّکِلَ النَّاسُ عَلَیْھَا اعمال نہیں کریں گے تو آپ نے خود اپنا حکم واپس لے لیا

کہ ابھی خوشخبری مت سناؤ کہ یہ لوگ نومسلم ہیں یہ سمجھیں گے کہ صرف کلمہ پڑھ لو نہ روزہ نہ نماز ان عالم نے کہا اتنی مدت سے ہم مسلم پڑھا رہے ہیں اور یہ حدیث پڑھا رہے ہیں مگر یہ نہیں سمجھے۔

دوسرا اصول

ایک اصول یہ ہے کہ ہم لوگ جواب نہیں دیتے تو اُن عالم نے دلیل مانگی کہ جواب نہ دینا اس کی کیا دلیل ہے۔

میں نے کہا بدایہ نہایہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے سردارِ مکہ کو جا کر دعوت دی توحید کی۔ اس نے کہا ہمارا خدا پتھر کا ہے تم بتاؤ تمہارا خدا کس چیز کا ہے سونے کا ہے چاندی کا ہے یا تانبا پیتل کا ہے؟ یا لوہے کا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ پھر کچھ دن کے بعد دوبارہ گئے اس کے پاس۔ اس نے یہی سوال کیا آپ واپس چلے آئے جواب نہیں دیا۔ پھر کچھ دن بعد تیسری بار آپ اس کے پاس گئے اس نے یہی سوال کیا آپ نے جواب نہیں دیا۔ اتنے میں آسمان سے ایک بجلی کی کڑک آئی اور اس کا سر اُڑا لے گئی۔ اللہ نے کہا، اے محمد! تم جواب نہ دو ہم جواب دیں گے۔ اگر ہم جواب دیں گے تو شیطان آکر دونوں میں مناظرہ کرائے گا۔

دوسرا قصہ دوسری دلیل

حضرت ابوبکر کو کوئی آدمی برا کہہ رہا تھا۔ ابوبکر خاموش سنتے رہے اور حضور ﷺ کھڑے ہو کر دیکھتے رہے، آخر میں ابوبکر نے جواب دیا تو حضور وہاں سے چل دیے۔

ابوبکر نے آکر پوچھا آپ کیوں چلے آئے آپ نے فرمایا جب تم جواب نہیں دے

رہے تھے تو تمہاری طرف سے فرشتہ جواب دے رہا تھا جب تم نے جواب دے دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا اس لیے میں چلا گیا کہ میں اور شیطان ایک جگہ کہاں رہ سکتے۔

دعوت کے زریں اصول

(۴) ایک حکمت یہ ہے مولانا الیاسؒ کو اللہ نے اصول الہام کئے تھے۔ سورۂ اسراء دوسرے رکوع میں پچیس نصائح ذکر کرنے کے بعد فرمایا ذٰلِكَ مِنَ الْحِكْمَةِ اس میں تیرہ نصائح حکمت کے ہیں وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ سے ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ [سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ سے ۳۹ تک]

حکمت سے۔ حکمت کلام میں ہوتی ہے اور ایک اصول حسن تدبیر ہے۔ حسن تدبیر عمل سے ہوتی ہے۔ حضرت یوسف نے کس طرح حسن تدبیر سے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ کے معنی حسن تدبیر کے ہیں۔ (سورۂ یوسف حسن تدبیر سے بھری ہے)

دعوت میں چار چیزیں ہیں

(۱) حکمت (۲) حسن تدبیر (۳) حسن اخلاق (۴) اخلاص۔ دعوت میں ان چار کی مشق کرنی ہے۔ ہمیں دعوت آتی نہیں ہے بے موقع باتیں نکل جاتی ہیں۔ یہ چھ نمبر یہ اصول ہیں اور اُس کے علاوہ کچھ اور اصول ہیں۔

(۵) ایک اصول یہ ہے کہ کسی سے مال نہ مانگنا۔ اگر مال، ہو تو اپنے پاس سے دو اگر مانگے گا تو شیطان بدظنی پیدا کر دے گا کہ اتنا مال لایا اتنا مسجد میں لگایا اتنا اپنے گھر میں لگایا۔ تاکہ تم سے شیطان لوگوں کے دلوں میں بدظنی نہ پیدا کر دے۔

سب سے زیادہ شیطان مال سے بدظنی پیدا کرتا ہے

(۶) ایک اصول یہ ہے کہ سیاست سے بچنا کسی کے خلاف نہ بولنا۔ لوگوں نے بہت طعنہ دیئے اور دے رہے ہیں کہ تم لوگ تبلیغ والے سیاست میں حصہ نہیں لیتے ہو سیاست اسلام کا جز ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ اسلام نہ تمہیں سمجھ میں آیا نہ ہمیں سمجھ آیا جب سمجھ میں آجائے گا تو دیکھیں گے۔

سیاست کیا ہے

مولانا الیاسؒ فرماتے تھے کہ قرآن وحدیث سے لوگوں کو ترغیب دو، جان و مال کا جذبہ دین پر لگانے کا پیدا کردو پھر اس کے رخ کو آخرت کی طرف پھیر دو کہ وہ جان دین پر لگائے اور بدلہ آخرت میں لے۔ یہ ہے اسلامی سیاست۔

دعوت کا ایک اصول کسی کی تردید نہ کرنا

(۷) ایک اصول یہ ہے کہ کسی کی تردید نہ کرنا تردید سے دل پھٹ جاتے ہیں اصل میں محنت کر کے دین کا جذبہ نہیں بنا۔ ہر چیز کے لیے محنت ہے ستر سال پہلے ہمارے بچپن کے زمانہ میں لوہے سے صرف گھاس کھودنے کے آلہ وغیرہ چند چیزیں بنتی تھیں آج لوہے پر محنت کر کے ہوائی جہاز بنا دیا۔

جس چیز کی محنت کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا نفع ظاہر کریں گے اس کے منافع کھول دیں گے۔ جب ہم درجہ چار میں پڑھتے تھے۔ تو پلاسٹک صرف مٹانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

آج پلاسٹک پر محنت کر کے دنیا والوں نے ہر چیز پلاسٹک کی بنادی آج دنیا والوں نے محنت کر کے چیزوں سے دنیا کو مزین کر دیا سنوار دیا۔ لیکن ہم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر محنت نہ کی۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تُفْلِحُوْا۔ آج ہم نہیں جانتے

کہ تُفْلِحُوْا کیا ہے۔ کیونکہ نہ اس پر محنت کی نہ مجاہدہ کیا نہ اس پر جان و مال لگائے تو کلمہ ہم پر کھلا نہیں۔ صحابہ نے کلمہ پر سب کچھ کیا تو تُفْلِحُوْا سمجھے اور اس کی وجہ سے حق کو اوپر کر دیا۔ اور باطل کو نیچے کر دیا۔

کلمہ کی طاقت کب ظاہر ہوگی

یہ ہے لا الٰہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی طاقت جب اس کلمہ کی طاقت صحابہ کے اندر آگئی اس پر یقین آگیا تو حق اوپر ہوگیا اور باطل نیچے۔ اللہ کا غیبی نظام حضور کے طریقہ پر آئے گا۔ کامیابی حضور کے طریقہ پر آئے گی۔

آج ہم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سیکھ رہے ہیں تو تکالیف اٹھا کر پوری دنیا میں پھریں۔ ہم نوحؑ ہودؑ و صالحؑ کے اُمتی نہیں ہیں حضور کے امتی ہیں، ہمارا فکر وغم حضور والا ہو۔ ہماری محنت حضور والی محنت ہو تب جا کر اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں اس کے منافع ظاہر کریں گے۔ بِعِزِّ عَزِيْزٍ اَوْبِذُلِّ ذَلِيْلٍ چاہے عزت کے ساتھ یا ذلت کے ساتھ لوگ قبول کریں۔ سچے و اصلی مومن کون ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝ مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے وعدوں پر یقین کرتے ہیں اور ذرہ برابر شک نہیں کرتے اور جان و مال سے اللہ کے راستہ میں محنت کرتے ہیں یہی لوگ سچے مومن ہیں۔

آج ہم جان و مال دنیا پر بیوی بچوں اور مکانوں پر اور عیش و آرام میں لگا رہے ہیں تو کیسے ایمان صادق آئے گا۔

دعوت کا ایک اصول اعتراض کا جواب نہ دینا

ایک اصول اور بتایا کہ کسی کا مقابلہ نہ کریں۔ اعتراض کا جواب نہ دینا لوگ قرآن وحدیث پڑھ کر اعتراض کریں گے۔تم چلتے رہو جواب نہ دو۔اس کا ہمیں تجربہ ہے۔عرب ہم پر بڑے اشکال کرتے رہے اور ہم بغیر جواب دیئے کام کرتے رہے نتیجہ یہ ہے کہ آج وہ خود ذمہ دار ہیں۔آج دنیا میں سب جگہ عرب ہی کی جماعت جارہی ہے۔

(۹) پھر ایک اصول اور بتایا کہ ائمہ اربعہ کے فروعی مسائل کا تذکرہ نہ کرنا۔اپنے اپنے علماء کے پاس جاؤ ان سے پوچھو تاکہ عوام کا علماء سے تعلق ہو آج عوام وعلماء کا تعلق ٹوٹتا جارہا ہے۔چھوٹتا جارہا ہے۔عوام علماء سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔کچھ لوگ علماء سے پوچھ لیتے ہیں اور کچھ پوچھ کر چلتے ہیں کچھ نہیں چلتے۔ہم عوام سے کہتے ہیں کہ علماء سے جڑیں اور علماء سے کہتے ہیں کہ وہ عوام سے جڑیں اور عوام پر ترس کھائیں۔عوام بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں۔اُن پر ترس کھائیں۔

میانجی موسیٰ میواتی ڈاکو تھے

نہ کلمہ جانتے تھے نہ سورۃ جب مولانا الیاس صاحبؒ کے ذریعہ تبلیغ میں لگ گئے۔تو بغدادی قاعدہ ہاتھ میں تھا اور جماعت میں چل رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔تبلیغ میں قرآن پڑھا۔اللہ نے ان کو مستجاب الدعوات (ان کی دعائیں قبول ہوتیں تھیں) بنایا اور حکمت سکھائی۔جب کبھی کہیں اجتماع ہوتا تو لوگ کہتے کہ اگر اجتماع کامیاب بنانا ہے تو میانجی موسیٰ کو بھیج دیں۔تو مولانا الیاسؒ ان کو وہاں بھیج دیتے اور اجتماع کامیاب ہو جاتا۔

علماء کے مجمع میں ایک میواتی کی سادہ تقریر

ایک مرتبہ لکھنؤ میں اجتماع تھا۔وہاں کے علماء نے کہا ہم علماء کی تقریریں سنتے رہتے ہیں۔جو صاحب دہلی سے آئے ہیں یعنی میانجی موسیٰ کی سنیں گے۔تو میانجی سے کہا

آپ سنائیں۔تو انہوں نے کہا مجھے کلمہ بھی نہیں آتا۔پھر کھڑے ہوئے اور حکمت سے علماء کو خطاب کیا اور مثال دی۔ایک آدمی کے دو بیٹے ہیں ایک کی عمر پانچ سال ایک کی عمر تین سال ہے۔اس کے گھر مہمان آگئے۔گھر میں کھیر پکی ہے۔اس نے کہا کھیر پلیٹ میں رکھ کر مہمانوں کے سامنے رکھ دو۔تو بڑا لڑکا تو اٹھا نہیں چھوٹا لڑکا اُٹھ کر وہ کھیر لایا تو وہ گر گیا۔

تو میانجی نے علماء سے پوچھا کہ باپ بڑے بیٹے پر ناراض ہوگا یا چھوٹے پر انہوں نے کہا بڑے پر تو میانجی موسیٰ نے کہا اگر ہم کام خراب کر رہے ہیں تو قیامت میں سوال پہلے علماء سے ہوگا۔

سب سے پہلی جماعت مولانا الیاسؒ نے علماء کے علاقہ میں بھیجی اور سمجھا کر بھیجا کہ وہ کہیں گے کہ تم ہمیں تبلیغ کرنے آئے ہو تو تم جواب دینا کہ ہم آپ کو اپنی جہالت دکھا کر آپ سے ہم پر ترس کھانے کی درخواست لے کر آئے ہیں۔کہ چالیس لاکھ کا علاقہ میوات بے کلمہ نماز کے ہیں ان پر آپ ترس کھائیں یہ حکمت ہے۔جماعت سے مولانا الیاسؒ فرماتے تم کام کرتے رہو جب اہل آئیں گے تو سنبھال لیں گے۔

کام کے اصل تو علماء ہیں

عوام کی جماعت علماء کے ساتھ رہ کر دین لیں گے اور علماء ان پر ترس کھائیں گے کہ ان کو کلمہ بھی یاد نہیں ہے۔پھر عوام کے اندر علماء کی شفقت سے دین آئے گا۔تو عوام ان کا اکرام کریں گے اور عوام ان کی خدمت کریں گے۔

مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا (جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے) یہ پہلے فرمایا ہے پھر وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا (اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے) پھر آخر میں حضور ﷺ نے فرمایا وَلَمْ يُبَجِّلْ عَالِمَنَا (اور جو ہمارے علماء کی عزت نہ کرے وہ ہم میں

سے نہیں ہے) یہ ترتیب ہے۔ جاہل صغیر ہیں۔ جب بڑے یعنی علماء ان کولعن طعن کر کے نکال دیں کہ یہ لوگ بددین ہیں فاسق وفاجر ہیں جاہل ہیں تو وہ عوام علماء کا اکرام کیسے کریں گے؟ اس حدیث میں پہلے رحم ہے پھر اکرام ہے۔ اکرام کروانے کے لیے رحم شرط ہے۔

جب علماء عوام پر رحم کرم شفقت کریں گے تو پھر عوام ان کا اکرام کریں گے۔

حدیث میں ہے مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ حتى يرجع (جو اللہ کے دین وعلم سیکھنے کے لیے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں ہے)

وَقَالَ مَنْ سَلَكَ

طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ له طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ (جو علم سیکھنے کے لیے راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس راستہ کی وجہ سے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں)

یہ ساری حدیثیں جو لوگ مدرسہ میں پڑھاتے ہیں وہ اپنے پر ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں ہم پر صادق آتی ہیں اور جماعت میں بھی دین سیکھنے کے لیے نکلتے ہیں ان پر کیوں نہیں صادق آئیں گی کیونکہ صحابہ تو ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے سیکھنے کے لیے مصر تک گئے اور دور دور تک گئے۔ کیا وہ طالب علم نہیں تھے؟

ہماری یہ تحریک تحریک ایمانی ہے

بڑے حضرت (مولانا الیاسؒ) فرماتے تھے کہ ہماری یہ تحریک تحریک ایمانی ہے۔

آج ایمان اتنا کمزور ہے کہ اسلام پر نہیں چلا سکتا ہے۔ گناہوں سے بچا نہیں سکتا۔ جو لوگ ایمان ونماز سیکھنے کے لیے نکلیں ان کو روکنا جائز ہے؟ وہ ایمان جو گناہوں سے روک دے، جھوٹ دھوکہ خیانت سے روک دے۔ اس ایمان کو سیکھنے والے کو روکنا

جائز ہے؟ وہ نماز سیکھنے جارہا ہے جو تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ہے۔ جو کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے روک دے) وہ ایمان سیکھنے جارہا ہے اس کو روکنا جائز ہے؟ ایسے لڑکے کو جو ایمان سیکھنے جارہا ہے، جو اسلام پر چلادے وہ نماز سیکھنے جارہے ہیں جو نماز کہ گناہوں سے بچادے ان کو روکنا جائز ہے؟ جب کسی کے والدین اولاد کو جماعت میں جانے سے روکیں تو میں تدبیر بتاتا ہوں کہ ان کے پیر پر گر جائیں اور ان سے کہیں کہ گناہوں سے بچنے کے لیے جماعت میں جاتا ہوں۔ ان کی خوشامد کرتے رہو اور جتنے دن جماعت میں جانے پر وہ راضی ہوجائیں اتنے دن کے لیے نکل جائے اور خط لکھ دے گھر کہ مجھے بہت فائدہ ہورہا ہے میں نے دس دن مثلاً بڑھادیا ہے۔ اسی طرح کرکے چلہ تین چلہ پورا کرے۔ یہ تدبیر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب بچے کی شادی ہوگئی تو والدین کی اطاعت واجب نہ رہی وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ ان پر احسان کرنا رہ گیا ہے۔ ہاں اگر بوڑھے ہوں خدمت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے تو نکلو جماعت میں اور قریب میں رہو اپنے محلہ میں گشت کرتے رہو اور ان کی خدمت کرتے رہو۔ یہ ترتیب ہے۔ اندھادھن نہیں کرنا ہے۔ (کہ ان کو یوں ہی چھوڑ کے چلے جاؤ بغیر تدبیر کئے بغیر ترتیب دئے تو تبلیغ میں جانے والے سب طالب علم ہیں۔ کلمہ نماز حلال کمائی سیکھنے والے یہ طالب علم ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد سیکھنے والے سب طالب علم ہیں اس کے سیکھنے کے لیے نکلنا فرض ہے کہ نہیں؟ پھر نکلنے والوں کی تائید اللہ تعالیٰ مبشرات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اگر پوری دنیا میں اس طرح علم پھیل جائے۔ تو کیا حرج ہے۔

صرف قلم سے دین نہیں پھیلتا ہے بلکہ قدم بھی ضروری ہیں

جب قلم ہی قلم ہے۔ دین مٹتا چلا گیا اور قلم سے دین ختم ہوتا چلا جارہا ہے۔ قلم بھی چلے گا مگر قدم کے ساتھ۔ قدم آگے رہے گا اور قلم پیچھے۔ ایک زمانہ میں قلم سے بہت کام

جو احادیثیں لکھی گئیں مگر ان میں محبت اور اتحاد تھا۔آج قلم نے فتنہ پیدا کر دیا ہے اور آج قلم سے تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو رہے ہیں وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ اللہ تعالیٰ اختلاف ولڑائی کی وجہ سے دو عذاب دیں گے۔فَتَفْشَلُوا یعنی باطل کے مقابلہ میں تم کو بزدل کر دیں گے باطل تم سے نہیں ڈرے گا۔دوسرا تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔جب آپس میں تنازع و اختلاف ہو جائے تو کیا کریں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ اپنا حکم قرار دو اس کو جو قرآن وحدیث جانتا ہو جو قرآن وحدیث سمجھتا ہو۔آج اپنا حکم حکومت کو عدالت کو قرار دیتے ہیں۔کیونکہ عالم کی بات پر اعتماد نہیں رہا اور مدرسہ کے علماء نہ مقدمہ لڑتے ہیں نہ عدالت میں جاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی مسجد میں توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی۔سب نے اپنے اپنے مکانات دے دیے مگر عباس نے کہا میں اپنا مکان نہیں دوں گا۔عمر نے کہا قیمت لے لو کہا نہیں۔بدل لو کہا نہیں۔تو عمر نے یہ آیت پڑھی أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔کہا اپنا حکم (فیصل) بناؤ تو ابی ابن کعب کو حکم بنایا اور دونوں ان کے گھر گئے۔ان کو نہیں بلایا خود گئے۔

ابی بن کعب نے کہا جب تک راضی نہ ہوں مکان ان سے نہیں لے سکتے کسی شرط پر نہیں لے سکتے۔تو عمر نے کہا میں نے یہ فیصلہ مان لیا۔تو عباس نے کہا اب میں مکان دیتا ہوں کہ آپ نے حکم کا فیصلہ مان لیا۔

آج امت اسلام کا حق نہیں مان رہی ہے اس لیے باطل کے نیچے ہے۔یا تو عوام

علماء سے دین لیں گے۔نہیں تو اہل باطل ان کو (یعنی عوام) کو لے لیں گے۔ان کو باطل اچک لیں گے۔

تشکیل

اب عوام کو لے کر جماعت میں کون جائے گا اب بولو۔تشکیل شروع فرمائی۔ درمیان تشکیل فرمایا جیسے چھوٹوں کو پڑھانا ہے ان سے پہلے بڑوں کو پہلے پڑھانا ہے تب اسلام کا نظام دنیا میں قائم ہوگا۔کیونکہ دنیا کا نظام بڑوں کے ہاتھ میں ہے چھوٹوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے۔سب سے زیادہ آسان ہے دعا سے پہلے مولانا نے چند کلمات کہے۔دن میں دعوت ہو۔رات میں دعا ہو۔دعا و دعوت کا مادہ ایک ہے۔ارادہ ہے تو دعا کام کرے گی ورنہ نہیں۔تاجرو کاشتکار کام کرکے پھر دعا مانگتے ہیں۔مولانا نے اب دعا فرمائی۔۲ گھنٹہ ۲۰ منٹ بیان کیا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان ---------- ۳۹

بہت سے مرحلے ایسے بھی آئے حد منزل تک
سر منزل بھٹک کر رہ گئے ہیں رہبر و راہی

تعلیم دعوت اور خلوت میں مقدم کون؟

{افادات}

داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

۹ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ بروز چارشنبہ
خانقاہ حضرت شیخ زکریا مظاہر العلوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عوام میں محنت کی کتنی ضرورت ہے؟ اسے حضرت مولانا الیاسؒ فرمایا کرتے تھے کہ عوام کی مثال زمین کی طرح ہے اور خواص کا کام درخت کی طرح ہے، اگر زمین ہی ہاتھ سے نکل جائے تو درخت کا وجود کہاں ہوگا، اگر ہم نے زمین پر یعنی عوام پر ہی محنت چھوڑ دی تو پھر زمین ہاتھ سے نکل جائے گی اور قوم دوسرے لوگوں کے خیال کی شکار ہوجائے گی بہت سے کمیونزم کے شکار اور بہت سے مغربی قوموں کے شکار ہوجائیں گے اور ہم لوگ خالی ہاتھ رہ جائیں گے، اس لیے کہ خواص کی قوت عوام سے ہے، یہی حال ہے کہ عمومی محنت چھوٹنے کی وجہ سے کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آج ہوتے ہوئے ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے۔

پیر یگراف از داعی کبیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد:

تین کاموں میں پہلا کون؟

میرے بزرگو، بھائیو، دوستو اور عزیزو! اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ نے سب سے پہلے کام کون سا کیا؟ حضور ﷺ نے پہلے تعلیم شروع کی اور بعد میں تبلیغ یا پہلے تبلیغ شروع فرما کر بعد میں تعلیم کی، یا تعلیم اور تبلیغ دونوں ساتھ ساتھ شروع کی، یہ تین ہی احتمال ہیں۔

اب سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جو آیت سب سے پہلے اتری وہی آیت پر عمل بھی پہلے ہوا ہوگا، اس میں بھی اختلاف ہے کہ پہلی آیت کون سی اتری؟ اس میں تین قول ہیں، بعض نے اقراء کی چند آیتوں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیتیں پہلے نازل ہوئیں۔

بعض نے مزمل کی چند آیتوں کو پہلے نازل شمار کیا ہے، اور بعض نے سورہ مدثر کی چند آیتوں کو پہلے نازل ہونے والی کہا ہے۔

پہلے تعلیم، پھر دعوت، پھر تخلیہ

لیکن حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب بخاری شریف میں، بَابٌ بَدْءُ الْوَحْيِ

الی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں خود ہی ترتیب قائم کردی۔ ائمہ اربعہ اور شراح کا رجحان بھی یہی ہے اور وہ ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے اقراء اور پھر سورہ مدثر اور پھر سورہ مزمل نازل ہوئی اور یہی ترتیب بالاجماع ہوگئی۔

خلوت کو مقدم ماننے والوں کی دلیل

جنھوں نے خلوت کو مقدم کیا ہے وہ اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضور ﷺ غار حراء میں جہاں آپ ﷺ خلوت فرمایا کرتے تھے وہاں تشریف لے جاتے، پھر آپ ﷺ وہاں سے جلوت میں آتے۔

اس واقعہ سے علامہ دمشقی مورخ نے اپنی کتاب ''بدایہ والنہایہ'' میں عجیب بات لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں مشرکین کے شرک اور فساق کے فسق اور ظالموں کی انتہائی ستمگری اور آپس کے مظالم کی وجہ سے جو حالات بن گئے تھے اور حجاز میں جتنا ظلم وستم اور کفر وشرک عام تھا اسے دیکھ دیکھ کر بہت ہی فکرمند اور قلق میں تھے، اسی وجہ سے خدا نے خلوت کو آپ ﷺ کے لیے محبوب بنادیا۔

اسی لیے صوفیہ نے یہاں سے بات لی ہے کہ آدمی پہلے خلوت اختیار کرے، جب تخلی باللہ ہوجائے اور آدمی کے اندر ذکر رچ بس جائے، اور بعضوں میں جڑ پکڑ جائے اور بعضوں کے قول کے موافق ذکر کی اتنی کثرت ہو کہ جس طرح مشک میں زیادہ دودھ بھرنے پر دودھ کے قطرے مشک پر ظاہر ہوجاتے ہیں اس طرح انسان کے اندر ذکر بھر جائے، اس کے لیے خوب ذکر کرے، اب ہم کہاں ذکر کرتے ہیں؟ بس تھوڑا سا کہیں کرلیا۔

حضرت رائپوری اور حضرت مدنی کا ذکر وتخلیہ

حضرت رائپوری فرمایا کرتے تھے کہ اب ذکر ہی کیا کرتے ہیں۔ ہم نے ذکر کیا

ہے۔ چنانچہ آٹھ آٹھ گھنٹہ ذکر کیا کرتے تھے، عجیب شدومد سے۔ ہم نے وہاں ذکر دیکھا، اتنا ذکر کرنے کے بعد حضرت رائپوری فرماتے تھے کہ ہوش نہیں رہتا تھا۔

حضرت مدنیؒ کے ذکر کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت حرمین جانے کے بعد ایک مسجد جو سلع پہاڑ کے پاس ہے جہاں سے بیئر معونہ اور احد کا راستہ ہے اس مسجد کے ایک حجرہ میں زنجیر لگا کر اس شدومد سے ذکر کرتے کہ ہوش نہیں رہتا اور درمیان ذکر سر دیوار سے مارتے اور زنجیر اس لیے لگاتے کہ جوش میں کہیں باہر نہ نکل جائیں، تو اتنا ذکر بھرتے تھے۔

توصوفیا غار حراء والے قصہ سے استدلال کرتے ہیں کہ پہلے ذکر ہو پھر کوئی کام ہو۔

تو مورخ علامہ دمشقی نے یہ بات لکھی کہ آپ ﷺ کو خلوت اس لیے محبوب ہوئی کہ جلوت میں انتہائی شریف آدمی کا نکلنا مشکل ہوتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ غار حراء میں پہنچ جاتے تھے تا کہ سب سے الگ ہو جائیں، آپ ﷺ چونکہ امین تھے، اور لوگوں کی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رہا کرتی تھیں اور آپ ﷺ صدوق تھے، لوگ آپ ﷺ سے اپنے فیصلے کرایا کرتے تھے، اور لوگ بہت سے معاملے آپ ﷺ پر چھوڑا کرتے تھے، الغرض لوگ آپ ﷺ کے پیچھے پڑتے تھے تو لوگوں سے الگ ہونے کے لیے آپ ﷺ غار حراء میں تشریف لے جاتے تھے، اب غار حراء پر چڑھنا آسان ہو گیا ورنہ پہلے بہت مشکل تھا، تو حضور ﷺ غار حراء پر جاتے اور وہاں جا کر خلوت فرماتے۔

علم کے مقدم ہونے کی دلیل

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو آیت پہلے اتری اس پر عمل بھی پہلے ہوا ہوگا، چنانچہ اقراء والی آیتیں پہلے نازل ہوئیں، اس لیے ہمارے بعض سر پھرے تبلیغی احباب جب کہتے ہیں کہ تبلیغ مقدم ہے تو وہ صحیح نہیں ہے، آیت کے اعتبار سے تعلیم پہلے اور مقدم

ہے، ایک بار ہم نے علماء کی مجلس میں جب یہ بیان کیا تو علماء خوش ہوئے کہ آج اس نے بات کھولی ہے۔

تبلیغ کا حکم علم کے بعد، لیکن پہلا حکم تبلیغ کا

پھر میں نے بتلایا کہ اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی وہ "یاایھا المدثر" کیونکہ اقرا میں حکم ہوا کہ آپ پڑھیے۔ اب پڑھنے کا حکم ہوا لیکن کیا پڑھیں؟

تو اب دوسری مرتبہ آیتیں نازل ہوئی کہ "یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" اور وہ کیا ہے؟ "قُمْ" کہ آپ کھڑے ہوجایئے تو "اقرا" کے بعد "قُمْ" کا حکم یعنی دن والا عمل۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم پہلے ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ جو سکھلایا وہ ہے "قُمْ" اور دو مرتبہ "قُمْ" کا حکم آیا، ایک "قُمْ فَاَنْذِرْ" اور دوسرا "قُمِ الَّیْلَ" اب جبکہ نماز بھی فرض نہ ہوئی تھی اور نہ حج و زکوٰۃ کا حکم آیا تھا تب سب سے پہلے جو حکم آیا وہ 'قُمْ' کا ہے کہ آپ کھڑے ہوجائیں دن میں لوگوں کو ڈرانے کے لیے۔ اور آپ کھڑے ہوجائیں رات میں خدا کی عبادت کے لیے۔ تو حضور ﷺ کو سب سے پہلا حکم یہ ہوا کہ آپ کھڑے ہوجاؤ دعوت کے لیے! اور لوگوں کو سمجھایئے۔

وربک فکبر کی تفسیر

یہاں تکبیر سے بعض حضرات نماز کی تکبیر مراد لیتے ہیں، اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اللہ کی بڑائی لوگوں کے دل میں ڈالیے اور اسی طرف حضرت جی کا رجحان تھا، اور اس معنی کے لیے

پہلی آیت اس پر دلالت کرتی ہے یعنی آپ ڈرایئے۔اب کیا ڈرائیں تو خدا کی بڑائی لوگوں کے دل میں ڈالیے۔

پھر فرمایا **وثیابک فطھر** بعض لوگوں نے تطہیر ثوب مراد لیا ہے، اگر چہ اس عمومی معنی کے لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے یہاں تطہیر ثوب سے مراد تطہیر قلب لیا ہے، جیسے ہم لوگ کہا کرتے ہیں کہ ''ارے میاں! اپنے کپڑے کو صاف رکھو، اس کا خیال رکھو کہ کپڑوں پر دھبہ نہ ہو'' مراد اس سے یہ ہوتا ہے کہ اخلاق اچھے ہوں۔

تبلیغ کا عام حکم

تو اس آیت میں خدا نے حکم دیا کہ ''**قم**'' کہ کھڑے ہو جاؤ، اب کہاں کھڑے ہوں اور کس میں کھڑے ہوں؟ مفعول کو حذف کر دیا اور قاعدہ آپ نے پڑھا ہے کہ جب مفعول حذف ہو تو عام مراد لیا جاتا ہے، عجم میں یا عرب میں کہاں؟ کہاں ہو؟ کہاں ہو؟ وہ عام ہے چونکہ حضور ﷺ عام ہیں اس لیے جتنی ہمت ہو، طاقت ہو کام کرو۔

پہلا جو امر ہوا وہ یہ ہوا کہ کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے ہو کر کام کیا کرو؟ اس کی تفصیل بیان کر دی، تو یہ تو دن کا کام ہے، جب کہ حکم اولاً نماز کا نہ آیا، روزہ کا نہیں آیا، حج اور زکوٰۃ اور شادی بیاہ کا نہیں آیا اس وقت سب پہلے حکم لوگوں میں دعوت کے لیے کھڑے ہونے کا آیا۔

خلوت اور رات والے عمل کی اہمیت

تیسری آیت جو نازل ہوئی وہ ہے ''**یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ**'' اب رات کے وقت کچھ کام نہیں کرے گا تو اب رات کو اللہ کے سامنے کھڑے ہوں اور اللہ

کی عبادت کرو، رات کو طاقت لے اللہ سے دن میں کام کرنے میں، کیونکہ دن کے کام کرنے میں تکان پیدا ہو جاتی ہے، اس تکان کو رات میں دور کرو۔

ایک بار میں عرب میں بیان کر رہا تھا، اس کی تفسیر پردہ بھی خوش ہو رہے تھے اور ہم کو بھی اس بات پر خوشی ہوئی، ہم نے آیتوں کو پڑھتے پڑھتے بتلایا کہ خدا فرماتے ہیں: اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا۔ پہلے تو ہم بھی سوچتے رہے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بے شک آپ کے لیے دن میں کج طویل ہے۔

دن کی محنت کے لیے قرآن کا عجیب استعارہ

ایک عالم نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے اسے عجیب استعارہ سے بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ جیسے رات کا اندھیرا ہو اور سمندر ہو، اور سمندر میں موجیں ہوں، اور ان موجوں میں انسان تیر رہا ہو، تو یہ تیرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، اس لیے کہ اندھیرے میں انسان کا تیرنا مشکل اور پھر وہ تیرنا چھوٹی ندی میں نہ ہو بلکہ بڑے دریا میں ہو تو اس میں اور بھی زیادہ مشکل۔ اور پھر وہ دریا ساکن نہ ہو بلکہ موجیں مار رہا ہو، اس میں تیرنا انسان کا اور بھی زیادہ مشکل، تو جس طرح ایسی حالت کے اندر انسان کا تیرنا نہایت ہی مشکل ہے اور یہ تیرنا آسان کام نہیں ہے...... اس طرح انسان میں کام کرنا یہ بھی آسان کام نہیں ہے۔ تو کتنے استعارہ سے خدا نے بات سمجھائی یعنی جس طرح سمندر کے موجوں میں اور اندھیرے میں تیرنا انسان کا کام نہیں ہے، اس لیے کہ سمندر کی موجوں کا ایک تھپیڑا انسان کو ادھر سے مارتا ہے تو انسان کو اُدھر کر دیتا ہے اور اُدھر سے ایک اور تھپیڑے نے مارا تو پھر انسان اِدھر ہو جاتا ہے تو جس طرح ان موجوں میں تیرنا انسان کے لیے آسان کام نہیں اس طرح انسان کا بھی انسان میں کام کرنا آسان کام نہیں ہے،

تو مثال دی کہ حضور ﷺ کا انسانوں کے اندر کام کرنا ایسا ہے جیسے سمندر کے طغیان اور تلاطم خیز موجوں میں تیرنا، اب ظاہر ہے کہ دن کے کام میں کتنی تکان پیدا ہوتی ہوگی؟ تو فرمایا کہ اس تکان کو دور کرنے کے لیے خدا کے سامنے رات کو کھڑے رہو۔

رات کے وقت میں دوسرا کام

آگے فرمایا "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ" اب اس میں قرآن سے کیا مراد ہے؟ کیا اس وقت قرآن پورا نازل ہوا تھا؟ نہیں، بلکہ بہت ہی تھوڑا نازل ہوا تھا، تو پھر ساری رات قرآن کیسے پڑھتے؟ تو پڑھنے سے مراد غور سے پڑھنا ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ قرآن میں بہت غور کرنے کے لیے فرمایا کرتے تھے اور مجھے بھی اس پر زیادہ زور دیا کرتے تھے۔

گویا دوسرا حکم یہ ہے کہ حضور ﷺ کو رات میں کھڑا ہونا ہے اور کھڑے ہو کر خدا کے سامنے مناجات کرنا ہے، دن میں پیش آنے والے لوگوں کے رد اور جواب اور جھڑک کا رات میں کھڑے ہو کر بدرقہ کرنا ہے، اور دوسرے دن کے لیے ہمت اور تازگی لینی ہے اس لیے فرماتے ہیں۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کہ جب کام کر چکو تو ذکر کرو، آپ کو کسی وکیل اور سہارے کی ضرورت نہیں ہے آپ کے لیے خدا کافی ہے۔

لوگوں کی کڑوی کسیلی پر صبر سے کام لیجیے

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ۔ جو بات لوگ دن میں کہتے ہیں اس پر صبر سے کام لیجیے، ہاں دن میں کوئی کہے گا کہ آپ پر جن کا اثر ہے اور کوئی کہے گا کہ آپ مجنوں ہیں، کوئی کہے گا آپ شاعر ہیں تو ان سارے نازیبا کلمات کو سنتے رہیے اور صبر کیجیے، یہاں "صبرِ جمیل" کہا ہے، لفظ جمیل کی صفت قرآن میں تین جگہ بیان کی ہے۔ یہ میرا استقراء

ہے، ایک تو اس جگہ اور دوسرا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ اور تیسرا یاد نہیں آرہا ہے۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۔ جمیل سے مراد یہ ہے کہ خوبصورتی کے ساتھ تعلق ان سے ہٹا لیجیے۔ وَاهْجُرْهُمْ یعنی ان مکذبین کو ہمارے لیے چھوڑ دیجیے، تو خدا نے دوسرا حکم رات میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا کیا۔

میں آپ کو سمجھانے کے لیے نہیں بیٹھا ہوں، اس لیے کہ آپ میں سے بہت سے شیخ الحدیث ہیں اور بہت سے شیخ التفسیر ہیں، اس لیے میں سمجھانے کے لیے نہیں آیا، بلکہ کچھ بات کہنے کے لیے بیٹھا ہوں، ایک بار کانپور وغیرہ کے علماء کو عرب میں جوڑ کر اِن میں یہ کچھ بات کہی گئی تو سب نے کہا کہ بات سمجھ میں آگئی۔

تقدیم وتاخیر کے باوجود تینوں کی اہمیت

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپس میں اس بات کا اختلاف ہے کہ ان تین میں سے کون مقدم ہے؟ تو اس کو میں نے بیان کیا کہ تعلیم مقدم ہے، تبلیغ اور ذکر سے اور تبلیغ مقدم ہے ذکر سے۔ لیکن ساتھ ساتھ نازل ہونے کی وجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صرف تعلیم جو تبلیغ اور ذکر کے بغیر ہو وہ بیکار ہے، اور تبلیغ بھی بغیر تعلیم اور ذکر کے بیکار ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس کام کو حضور ﷺ نے سب سے پہلے شروع فرمایا اس کام کو پہلے شروع کرنے سے اور دوسرے کام کا آنا آسان ہو جائے گا۔

خانقاہ میں خلوت ہے لیکن تعلیم وتبلیغ دونوں کو جوڑنا ہے

تو یہاں والا نقشہ یہ ''يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ'' والا نقشہ ہے اب اس کے بعد کیا کریں؟ تو اس کے بعد تبلیغ اور تعلیم دونوں کرنا ہے۔

دعوت کی دو قسمیں ہیں خصوصی اور عمومی

اب دعوت کی دو قسمیں ہیں۔ایک عمومی اور ایک خصوصی۔

مدرسہ کا پڑھانا یہ بھی تبلیغ ہے لیکن خصوصی ہے۔

ایک دعوت عمومی ہے جو تمام لوگوں کو بازاروں اور مکان سے لے کر مسجدوں تک لانا ہے اور ان کو مسجد میں لا کر تعلیم میں جوڑنا ہے، اب اگر ہم یہ عمومی کام نہ کریں تو عوام میں پھر کام کس طرح ہوگا؟

سب سے پہلے حضور ﷺ نے بازاروں میں کام کیا اور بازاروں میں جا کر لوگوں کو دعوت دی، عکاظ جیسے بازاروں میں جا کر سب سے مل کر تھوڑی تھوڑی بات کہی، اسے کون کرے گا؟

ایک تو تقریر ہے جو دو تین گھنٹہ کی ہوتی ہے لیکن یہ بھی دعوت عمومی نہیں ہے۔یہ بھی دعوت خصوصی ہے عام نہیں ہے ہر جگہ جانا ہے اور جا کر مختصر مختصر بات کر کے ہم کو کام کرنا ہے، اسے کون کرے گا؟

عوام میں محنت کی ضرورت

عوام میں محنت کی کتنی ضرورت ہے؟ اسے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عوام کی مثال زمین کی طرح ہے اور خواص کا کام درخت کی طرح ہے، اگر زمین ہی ہاتھ سے نکل جائے تو درخت کا وجود کہاں ہوگا؟

اگر ہم نے زمین پر یعنی عوام پر محنت چھوڑ دی تو پھر زمین ہاتھ سے نکل جائے گی اور قوم دوسرے لوگوں کے خیال کی شکار ہو جائے گی، بہت سے کمیونزم کے شکار اور بہت سے مغربی قوموں کے شکار ہو جائیں گے اور ہم لوگ خالی ہاتھ رہ جائیں گے اس لیے کہ خواص کی قوت عوام سے ہے اگر عوام پر محنت نہ ہوئی تو عوام دوسروں کے شکار ہو کر

ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ اور یہی حال ہے کہ عمومی محنت چھوٹنے کی وجہ سے کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آج ہوتے ہوئے یہ ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے، تاجر اپنی تجارت میں چلے گئے، اور کھیت والے اپنے کھیت میں چلے گئے، اور انہوں نے دنیاوی تجار اور کاشتکار پر نگاہ ڈال کر کام کرنا شروع کر دیا۔

تبلیغ کے ساتھ تعلیم اور تعلیم کے ساتھ تبلیغ

بہر حال اگر کوئی مبلغ تعلیم اور تذکیر کو بیکار کہے تو وہ سر پھرا مبلغ ہے تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ہم کو دعوتِ خصوصی کے ساتھ دعوت عمومی کو سمجھنا ہے،

حضور ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس تعلیم میں جو بازاروں کی ہے اس میں بیٹھے اور کوئی بے عزتی کی بات نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا کہ میں اسی واسطے بھیجا گیا ہوں۔ تو ہم کو مدرسہ کا کام چھوڑنا نہیں ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں ایک عامی سے سوال کیا جائے گا اور وہ جلد فتویٰ دے دے گا۔ آج بہت سی جگہوں پر مفتی نہ ہونے کی وجہ سے جاہلوں سے مسئلہ معلوم کیا جا رہا ہے تو دین کے کسی بھی خاص شعبہ کو ترک کرنا مقصود نہیں ہے۔

عمومی کام خصوصی کام کی تقویت کے لیے

لیکن اس کے ساتھ اگر ہم نے عوام پر محنت نہ کی اور اگر سارے عوام ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کوئی بچہ مدرسہ والوں کو اور چندہ مدرسہ والوں کو ملنا مشکل ہوگا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر چہ ہماری نظر میں عمومی کام ہے، لیکن ہماری نظر اور مقصد تمام خصوصی کام کو پروان چڑھانا اور ان کی جڑوں میں پانی پہونچانا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ پروان چڑھیں۔

بہر حال اور بات انشاء اللہ کل بیان کریں گے، یہ سب کتابی بات تو ہے نہیں،

کتابوں میں کم ملے گی، بلکہ بزرگوں سے سنی ہوئی باتیں ہیں، آپ ماشاء اللہ علم والے ہیں، ان باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ ان میں سے کتنی صحیح ہیں اور کتنی کس درجہ پر ہیں۔
حق تعالیٰ عمل کی توفیق دیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بیان------------ ۴۰

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ ، فقرِ بوذرؓ ، صدقِ
سلمانیؓ

انبیاء کی میراث

{بیان}

حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ کی آخری یادگار تقریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجاہد بن جائیں۔سپاہی بن جائیں۔دین کی خدمت کے لیے،اور دین کے مورچہ کا دفاع کریں۔

وراثت انبیاء کے آپ محافظ ہیں،سپاہی ہیں،اپنے مال ودولت سے دین کی حفاظت اور اس کی پہرہ داری کریں،اگر آپ بھوک سے مر بھی جائیں...... تب بھی آپ کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں۔

اس وجہ سے آپ کو اور ہم کو، تمام اساتذہ کو، بزرگوں کو، بھائیوں کو یہ نصیحت خاص ہے کہ نیت صحیح کرلو، مقصد صرف دین بنالو، اللہ کی رضا بنالو۔

پیراگراف از بیان حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

اپنی زبان بھی بھولی ہوئی ہے

محترم بھائیو اور معزز سامعین! مجھ سے پشتو بھولی ہوئی ہے۔ پشتو نہیں آتی اگرچہ اپنی زبان ہے۔ مگر تھوڑی استعمال ہوتی ہے۔ ویسے بھی مقرر اور خطیب نہیں ہوں لیکن جو کچھ آتی تھی وہ بھی بھولی ہوئی ہے بہر حال تقریر کرنے کے لیے نہیں بیٹھا.......... میں اس پر مامور ہو گیا ہوں۔ اس لیے ایک نکتہ بیان کرتا ہوں۔

تمام اعمال کی بنیاد اخلاص ہے

جتنے بھی دین کے کام ہیں یا دین کے نام پر ہو رہے ہیں اگر ان میں اخلاص اور خدا تعالیٰ کی رضا نہ ہو تو وہ خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

تم جتنی بھی ترقی کرلو، جتنے بھی بڑے عالم بن جاؤ۔

جتنے بھی بڑے فاضل بن جاؤ۔

علماء زمان اور علماء دہر بن جاؤ۔

نہایت فصیح و بلیغ خطیب بن جاؤ، اعلیٰ مقرر بن جاؤ۔

مصنف بن جاؤ، مفتی بن جاؤ۔

اگر اس میں اخلاص اور خدا تعالیٰ کی رضا نہ ہو اور مقصود اس میں خدا تعالیٰ کی رضا نہ ہو تو یہ سب کچھ بیکار ہے حق تعالیٰ کے نزدیک وہ چیز کھوٹی ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔

مسند احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد کی حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ علم جس سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر انسان اس سے دنیا کی کوئی متاع حاصل کرے تو جنت کی ہوا اس پر نہ لگے گی۔ اتنی سخت وعید آئی ہے۔

انبیاء کی وراثت یہ انبیاء کے علوم ہیں

یہ مدارس جن میں آپ اور ہم بیٹھے ہیں ان کا دعویٰ ہے اور یہ ارادہ ہے کہ ہم نبوت کے علوم جاری کرتے ہیں۔ ان کی وراثت کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے وارث ہم بنتے ہیں اور ہم طلباء اس ارادہ سے آتے ہیں۔ یاد رکھو علوم نبوت کا پہلا قدم بسم اللہ یہ ہے کہ صرف اللہ کی رضا ہو اگر آپ کا ارادہ یہ ہے کہ میں اچھا عالم بن جاؤں۔

اچھا مصنف شیخ الحدیث ہو جاؤں، مفتی اور استاذ بن جاؤں۔

اونچی تنخواہ مل جائے،

تو یہ تمام چیزیں آپ کو پیچھے ڈالنے والی ہیں اور اس میں برکت پیدا نہ ہوگی پھر تو یہ وراثت انبیاء نہ ہوئی بلکہ وراثت دنیا ہے۔

آپ سے اور ہم سے تو پھر وہ لوگ متبرک ہیں۔ جو مزدوری کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، دکانداری کرتے ہیں، زراعت کرتے ہیں، دنیا کے جو کام ہیں کرتے ہیں اور دنیا سے کماتے ہیں خدا کے نزدیک وہ بہت اچھا ہے جو کسب حلال کرتا ہے۔ نفقہ کے لیے مال کماتا ہے ان طریقوں سے جو اللہ نے کسب مال کے لیے پیدا کیے ہیں جائز قرار دیے ہیں۔ ان طریقوں کو یہ اختیار کرتا ہے۔ یہ شخص نہایت سعید و مبارک ہے بہ نسبت

اس آدمی کے جو دین کی چیز کو دنیا کا ذریعہ بناتا ہے۔

شقی وبدبخت انسان

ایک بچے کے ہاتھ میں قیمتی یاقوت جوہر، زمرد آجائے اور وہ اس کو پتھر سمجھ کر دوکاندار سے دو پیسوں کی چیز گڑ چنے لے آئے تو آپ کہیں گے کہ اس نے کتنا ظلم کیا ہے، کیا تکلیف دہ واقعہ ہے کہ گویا لاکھوں کی چیز چند پیسوں پر دے دی۔

قسم ہے اللہ کی ذات کی کہ وہ شخص جو بخاری کی حدیث پڑھاتا ہے، اور قرآن پڑھاتا ہے اور دین کا عالم بنتا ہے اور وہ پھر دنیا کا ارادہ کرتا ہے اس سے نچلے درجہ کا شقی اور بدبخت کوئی نہیں ہے یہ اس بچے سے ہزار درجہ زیادہ احمق ہے..............

تصحیح نیت ضروری ہے

اس وجہ سے آپ پہلے اپنی نیت صحیح کر دو۔ مقصد آپ کے علم کا اللہ کی رضا ہے۔ اور اخلاص ہے۔ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ [سورۂ بینہ:۵] آپ بالکل ایک طرف حنیف ہیں۔

حنیف کے معنی

حنیف کا معنی ہمارے حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ شیخ فریدالدین عطارؒ جو مولانا روم سے پہلے بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہے۔ مولانا جامیؒ اس کے حق میں کہتے ہیں۔

ہفت شہر عشق را عطار گشت ماہنوز اندر خم یک کوچہ ایم
عطار روح و سرائی وہ چشم ماپس سرائی و عطار آمدہ ایم

بہر حال شیخ فریدالدین عطارؒ کی ایک کتاب ہے۔ منطق الطیر عجیب کتاب ہے

اس میں ایک شعر ہے فارسی میں ہمارے استاد مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ حقیقت میں اس شعر میں ترجمہ حنیف کا ادا ہوا ہے۔وہ کہتا ہے ؎

از یکے گو واز دوئی یکسوئے باش   یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

از یکے گو واز دوئی یکسوئے باش   یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

(دوبارہ شعر حضرت نے پڑھا ہے اس لیے دوبار لکھا گیا ہے)

رضا جنت سے بھی اعلیٰ ہے

ظاہر و باطن کے لیے رضا جنت سے بھی اعلیٰ چیز ہے۔تمام نعیم جنت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہم اگر یہ کوشش کریں سند جلدی مل جائے اور ہم مولانا بن جائیں۔فاضل اکوڑہ خٹک بن جائیں۔فاضل حقانیہ بن جائیں بڑی جگہ میں لگ جائیں،اسکول میں کالج میں مدرسہ میں مدرس مفتی ہو جائیں۔قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

دین کا دفاع

آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجاہد بن جائیں،سپاہی بن جائیں،دین کی خدمت کے لیے اور دین کے مورچہ کا دفاع کریں وراثت انبیاء کے آپ محافظ ہیں،سپاہی ہیں اپنے مال و دولت سے دین کی حفاظت اور اس کی پہرہ داری کرو اگر آپ بھوک سے مر بھی جائیں تب بھی آپ کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں.....

نصیحت خاص

اس وجہ سے آپ کو اور ہم کو تمام اساتذہ کو بزرگوں بھائیوں کو یہ نصیحت خاص ہے کہ نیت صحیح کرو مقصد صرف دین بنا دو اللہ کی رضا بنا دو۔پھر آپ کہیں گے فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔اللہ کی رضامندی کا مقصد حاصل ہو گیا تو

آپ کامیاب ہو گئے اس کے بعد اگر اللہ چاہیں گے تو آپ مدرس عالم مولانا محدث مفتی بن جاؤ گے ورنہ کامیاب تو آپ ہو گئے ہر حال میں اس لیے چاہئے کہ ہم نیت صحیح کر دیں۔

مدارس کا مقصد

مقصد مدارس کا یہ تھا کہ ہم وراثت انبیاء نَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ انبیاء کی جو وراثت ہے وہ علم ہے۔ اس کے محافظ بن جائیں اگر یہ مقام حاصل ہو جائے تو بہت اونچا مقام ہے فرشتے آپ کے قدموں کے نیچے پر بچھائیں گے، ادب واحترام کی وجہ سے کتنا اونچا مقام ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز قیمت خود ہر دو عالم گفتہ

دناءت وخساست

کتنی دناءت خساست، شقاوت اور کتنی محرومی ہے کہ اتنی اونچی جگہ ملنے کے باوجود ہم پنجاب کی سو دو سو کی نوکری کو ترجیح دیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اس وجہ سے اُوْصِیْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ۔ مقصد یہ ادارہ، مدارس، عمارات، انتظام نہیں ہے بلکہ مقصد اللہ کی رضا ہے ہم ضعفاء ہیں ہم کمزور ہیں ہمارے اکابرؒ نے جو مشقت اور تکالیف اٹھائی ہیں ان کے برداشت کی ہم میں طاقت نہیں اس لیے اللہ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمادے (آمین)۔

دعاء صحت

اللہ تعالیٰ مولانا عبدالحق صاحب کو شفاء کاملہ عطا فرمادے، دین کی مزید خدمت کی توفیق نصیب کرے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ----------- (۴۱)

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اسلام کے دور اول کی مختصر تاریخ

طاہر

[بیان]

حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

تھوڑی سی مدت گذری کہ مکہ کی فضا میں بہت عجیب وغریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا، ایک طرف سے رحمۃ للعالمین کا دست شفقت دراز تھا......اور دوسری جانب اس کا جواب ہرزہ سرائیوں، دشنام طرازیوں بلکہ بعض اوقات اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جارہا تھا۔

نور وظلمت کی اس کشمکش میں حضور انور ﷺ کے ساتھ جو چند سعید روحیں آپ کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں، دشمنوں کے ظلم وستم کی آماجگاہ بنتی رہیں۔ رشد وہدایت کے اس سراج منیر کو جس قدر اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی اسی قدر زور سے اس کی روشنی بھڑکتی تھی،

پیراگراف از بیان حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى... اَمَّا بَعْدُ!

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

اظہار تشکر

آپ نے اپنے حسن ظن کی بنا پر جمعیت علمائے اسلام کی اس پہلی صوبائی کانفرنس کا صدر تجویز فرما کر مجھے جو عزت بخشی، اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے۔ آپ کے نیک گمان کو میرے حق میں اپنی قدرت کاملہ سے سچا کر دکھائے۔ اور ایک ادنیٰ خادم دین کی قدر افزائی کا صلہ دین وملت کے کسی عظیم فلاح وکامرانی کی صورت میں سب کو مرحمت فرمائے۔ بس یہی میری طرف سے آپ کا مخلصانہ شکریہ ہے کیا میرے بھائی اس پر قناعت کریں گے؟

جلسوں میں رسمی نمائش سے بچیں

میں جلسوں کے آداب وحقوق اور منصب صدارت کے فنی رسوم وفرائض سے نہ پوری طرح واقف ہوں نہ اپنی افتاد طبیعت سے ان کے انجام دینے کی صلاحیت و

قدرت رکھتا ہوں۔ اس لیے اگر میں آپ کے تخمینہ یا عصری معیار کے مطابق کوئی خطبہ پیش نہ کر سکوں تو مجھے معذور سمجھئے۔

میرا مشورہ تو دوسروں کے لیے بھی یہی ہے کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین خوف ناک گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچنا چاہیے جس میں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسمی خدائی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

علماء ومشائخ کے فرائض منصبی

ہم مسلمانوں اور خصوصاً علمائے امت کو اپنی مجالس عامہ و خاصہ میں تتبع کرنا چاہیے قرون اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا، ان کی مختصر اور پر مغز تقریروں اور طویل وعریض سلسلۂ عمل کا۔ ان کی مشاورت اور تبادلۂ آراء وافکار کے بہترین اصول کا۔ ان کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا، ان کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا، اور اصلاحِ ذات البین کی مفید ونتیجہ خیز گفتگوؤں کا، غرضیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس مطرد ومنعکس ارشاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ

ان کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی اور معقول بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔

حضرت عثمان ﷺ کا تاریخی فیصلہ

حضرات علماء کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں اور نہ گویائی کی ایسی ممتاز قوت رکھتا

ہوں جس سے دوسرے حضرات محروم ہوں بلکہ اگر آپ مجھے مجبور نہ کریں تو اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے ممبر پر فرمایا تھا کہ۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ إِلَى إِمَامٍ فَعَّالٍ أَحْوَجُ مِنْكُمْ إِلَى إِمَامٍ قَوَّالٍ

| اے لوگو! یقیناً تم کو زیادہ قول کرنے والے رہنما سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ حضرات نے محض اپنی مہربانی اور حسن ظن سے مجھے اس مقام پر کھڑا ہونے کے لیے مامور فرمایا ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ تمام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے مسلمانوں کی اصلاح وفلاح سے متعلق نظر بحالات موجودہ جو میرے ناچیز خیالات ہیں، وہ مختصراً بلا کم وکاست آپ کے سامنے رکھ دوں۔

لاہور کی کشفی سعادت

میں آج ''زندہ دلان پنجاب'' کے ماحول میں اپنے اندر بھی ایک قسم کی زندہ دلی محسوس کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے قلب وجگر سے جو صدائے حق بلند ہوگی اس کی گونج اخوت اسلامی کی عروق وشرائین کے ذریعہ بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ ملک ہند کے تمام اعضاء میں پھیل جائے گی۔

اس وقت پورا حوالہ مجھے یاد نہیں رہا، لیکن پورے جزم ووثوق کے ساتھ عرض کرسکتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سوسال پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کسی تحریر میں ازراہ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آج کل رسول مقبول ﷺ کی خصوصی توجہ یا نظر التفات شہر لاہور پر مرتکز ہے۔

رسول اکرم محمد ﷺ کی نظر کرم

میں سوچتا ہوں کہ لاہور کے حق میں کیا اس محبوب خدا اور آقائے دو جہاں کی وہ نظر کیمیا اثر خالی جا سکتی ہے؟

وہ نگاہ لطف و کرم جس کی ایک معمولی جھپک ہزار سالہ بت پرست کو ایک آن میں ولی کامل بنا دے۔ جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطانوں کو ایک لمحہ میں درست اور پاک وصاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں شامل کر دے جو ذرا سی دیر میں قلوب وارواح کی دنیا بدل ڈالے۔ ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ کیا چند صدیوں کی مسافت زمانی نے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفرین نگاہ ملطف کی عظیم تاثیر و تصرف کے فیض سے بالکلیہ محروم کر دیا ہوگا؟ ہرگز نہیں ان کی شان تو یہ ہے۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا ☆ دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

جو نہ تھے خود راہ پر دنیا کے ہادی بن گئے ☆ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

غور کیجئے "مردے" اس نظر سے صرف "زندہ" نہیں ہوئے بلکہ مسیحا بن گئے جن کی مسیحائی سے کروڑوں مردہ دلوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ مجدد رحمہ اللہ کا نعرہ حق

یہ چیز بھی لائق غور ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (جن کو لاہور کی یہ سعادت مکشوف ہوئی) وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی "قومیت متحدہ" اور نام نہاد دین الٰہی کے مقابلہ پر تاریخی جہاد کیا تھا ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب قومیت متحدہ ایک دوسرے رنگ میں اور اکبر کا

دین الٰہی گاندھی ازم کی شکل میں ظہور کرے گا، اس وقت رسول کریم ﷺ کی توجہ گرامی التفات خصوصی کی بدولت لاہور ہی وہ مقام ہوگا جہاں سے ان نئے بتوں کے توڑنے کی پہلی آواز بلند ہوگی، پھیلے گی پھلے گی اور پھولے گی۔

حضرت شیخ الہند کا آخری پیام

بہر حال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے ''جداگانہ قومیت'' کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذر قلوب میں بطور ایک مفروع عنہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے، اور کانگریس کے چند سالہ شور وغل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ سمجھتا تھا۔

چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری پیغام صدارت میں جو جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نو دن پہلے پڑھا گیا، ہندو مسلمان کے دو قوم ہونے کی تصریح موجود ہے۔ کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔

ہاں ہندوستان کے مسئلہ کا پاکستانی حل ابتداءً لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا۔ لیکن یہ نام ''پاکستان'' علامہ اقبال کا تجویز کردہ نہیں بلکہ پیام اقبال کے پر جوش علمبردار چوہدری رحمت علی صاحب نے ۱۹۳۲ء میں اس تجویز کو یہ نام دیا ہے جو آگے چل کر اختصار کی وجہ سے لوگوں میں مقبول ہوگیا۔

لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مہر ثبت کردی

تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا اصطلاحی نام پاکستان ہے اور جس کا اصل واضع علامہ اقبال مرحوم ہے آخر کار قدرے ترمیم وتغیر کے ساتھ آپ کے اس تاریخی شہر لاہور

میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مہر تصدیق ثبت کردی اور آج پاکستان جمہور مسلمانان ہند کے لیے محض ایک گرمی اور جوش پیدا کرنے والا نعرہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اب پاکستان کا نام آنے پر ان کے دلوں میں جذبات مسرت وابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درخشاں مستقبل گویا ہماری طرف کو تیزی سے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ مسلمان جب نصب العین کے متعلق یہ یقین کرلے اور مطمئن ہوجائے کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ صاف' واضح' غیر مبہم اور بے غبار ہے' تو اس کے حصول کے لیے اسے کوئی قربانی بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ وہ آگ کے طوفان سے کھیلنے اور خون کے دریا میں کودنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ پھر وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور ولبھ پٹیل جیسے ناعاقبت اندیش مدعیوں کے چیلنج کو بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ منظور کرتا ہے۔

دورِ جاہلیت کی تاریکیاں

حضرات! اب ذرا آپ تیرہ سو اٹھتر برس پیچھے لوٹ جائیے۔ دیکھیے دنیا کی فضا کس قدر بھیانک اور کیسی تاریک نظر آرہی ہے۔ ہر جگہ ظلم وستم، کفر وشرک، عصیان و طغیان، جبر واستبداد، وحشت وبہیمیت اور شیطانی طاقتوں نے کس طرح پر جمار کھے ہیں، امن واطمینان کی ایک کرن بھی کسی طرف نظر نہیں آتی۔ تیرہ وتار گھٹاؤں نے دن کو رات بنادیا ہے۔

ان ہی خوفناک اندھیروں میں دفعتہ مکہ کی پہاڑوں پر ایک چمک دکھائی دی۔ رحمت کا بادل زور سے گرجا اور کڑکا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جبل النور کی چوٹی سے دنیا کا ہادی اور شہنشاہ اکبر کا پیغام برِ اعظم چمکتا اور گرجتا ہوا بارانِ رحمت کو ساتھ لیے نزول

اجلال فرمارہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفُ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَّالسَّلَامُ

سرورِ عالم ﷺ کی تعلیمات

تھوڑی سی مدت گزری کہ مکہ کی فضا میں بہت عجیب وغریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا ایک طرف سے رحمۃ للعالمین کا دستِ شفقت دراز تھا اور دوسری جانب اس کا جواب ہرزہ سرائیوں دشنام طرازیوں، بلکہ بعض اوقات اینٹ کا پتھر سے دیا جارہا تھا۔

نور وظلمت کی اس کشمکش میں حضور انور ﷺ کے ساتھ جو چند سعید روحیں آپ کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں وشمنوں کے ظلم وستم کی آماجگاہ بنی رہیں۔ رشد وہدایت کے اس سراج منیر کو جس قدر اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی، اسی قدر زور سے اس کی روشنی بھڑکتی تھی۔

آپ برابر اس قوم کو سمجھایا کرتے کہ تمہارے لیے دارین کی کامیابی اور فلاح میری پیروی میں ہے آؤ کہ دنیا کی حکومت اور آخرت کی سعادت کا تاج تمہارے سروں پر رکھ دوں۔ مگر وہ کچھ ایسے غفلت کے نشہ میں سرشار تھے کہ آپ کی ساری درد مندی اور نیک خواہی کا جواب متمردانہ استکبار اور ناشائستہ سب وشتم سے دیتے رہے۔

حضور ﷺ اور آپ کے جانثاروں کا مصائب جھیلنا

آپ کے جاں نثار اصحاب پر جن کے سینے اللہ نے ایمان وعرفان کے لیے کھول دیئے تھے جور وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، مدت دراز تک ایسے ایسے زہرہ گداز مظالم سے ان کو دوچار ہونا پڑا جن کی مثال شاید کسی امت کی تاریخ میں نہ مل سکے۔ مسلسل تیرہ سال تک ایسے سخت امتحان وآزمائش کی چکی میں پستے رہے۔ جس کے پڑھنے اور سننے

سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ایک عرصہ تک قوم کی طرف سے ایسا سخت بائیکاٹ کیا گیا کہ درختوں کے پتے اور جنگل کی گھاس کھانے کی نوبت آ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اور مقدس نصب العین یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم فرمائیں اور اس کے نائب السلطنت کی حیثیت سے اس کا آخری ابدی، اکمل، اور عالم گیر قانون نافذ کریں۔

لیکن مکہ میں جہاں کفار کا غلبہ تھا ایسا موقع کہاں میسر تھا۔ آزاد حکومت قائم کرنے کے لیے ایک آزاد مرکز اور مستقر کی ضرورت تھی۔

یثرب کا پاکستان

کوئی ایمان دار آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر خداوند قدیر چاہتا تو ان ہی مٹھی بھر مظلوم ومجبور مسلمانوں کو ان سب پر غالب کر دیتا، اور ان کے دشمنوں کو دفعۃً کچل کر تباہ کر ڈالتا، مگر حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ امت مرحومہ ہر قدم پر اس عالم اسباب کے محکم نظام کے ماتحت اپنے نبی ﷺ سے سبق حاصل کرے اور زندگی کے ہر ایک روشن یا تاریک دور میں اپنے مستقبل کی تعمیر کا کام سیکھے۔

اس لیے اس ناساز فضا میں سیاست وحکمت کا ایک نیا باب کھولا گیا۔ یعنی یہ کہ اسلام کے لیے مکہ سے ہٹ کر (جو اس وقت دار الحرب تھا) کوئی ایسا امن ومسکن بناؤ جو اگرچہ ابتداء مکمل طور پر دار الاسلام نہ کہلایا جا سکے تاہم اسلام وہاں آزاد ہو۔ اور کم از کم اپنے پیروؤں پر اپنا قانون بے روک ٹوک نافذ کر سکے پھر جب تائید ربانی سے مسلمانوں کا وہ آزاد مرکز دائرہ اسباب میں مضبوط اور طاقت ور ہو جائے (خواہ وہ کتنا ہی محدود پیمانہ پر ہو) تو اس مرکز سے اسلام کو اپنے اصلی عزائم کے فروغ اور وسعت دینے کا موقع مل سکے۔

یثرب کا انتخاب عمل میں آیا

اسی نقطہ نگاہ کے ماتحت شہر یثرب کو (جو حضور کی تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبی بن گیا) مرکز توجہ بنایا گیا، ہجرت سے پہلے وہاں کی زمین ہموار کی گئی۔ اور حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بہت سے چیدہ و برگزیدہ اصحاب کو وہاں بھیجا گیا، تاکہ اللہ کے سب سے بڑے نائب کی حکومت قائم کرنے کے لیے (جس سے ساری روئے زمین پر قرآنی سیاست اور آسمانی حکومت کا صور پھونکا جانے والا تھا) راستہ صاف کریں۔

پاکستان اولیٰ کی فتوحات

مکہ کے رہنے والے دشمن بھی اس نتیجے سے غافل نہ تھے انہوں نے ہر طرح اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش کی ...... مگر وہ خود ناکام رہے۔ اور مشیت الٰہیہ کے زبردست ہاتھ نے آخر کار اپنے رسول مقبول ﷺ کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کر دیا۔

حضور ﷺ کا مدینہ پہنچنا تھا کہ نورِ اسلام، ظلمت کفر پر حسی رنگ میں غالب آنا شروع ہو گیا۔ اور وہاں اس وقت تک بہت سی ناپاک ہستیوں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پاک اور طاہر و مطہر بندوں کی پاکی اس طرح مدینہ کے درو دیوار پر چھا گئی کہ اب پلید اور ناپاک ہستی کے لیے ابھرنے کا موقعہ باقی نہ رہا۔

ساری سازشیں دھری رہ گئیں

اندریں حالات کفار مکہ کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ اسلام کے پودے کی جڑ مدینہ کی سرزمین میں انصار مدینہ کی آب یاری سے مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ کوشش ہونی چاہیے کہ تن آور درخت بننے سے پہلے ہی اس کی جڑ نکال دی جائے۔ اس طرح کے مشورے

ہوتے تھے منصوبے باندھے جاتے تھے۔ سازشیں اور تیاریاں کی جارہی تھیں کہ اسی اثناء میں چند قدرتی اور ناگزیر اسباب کی بنا پر وہ مشہور و معروف معرکہ پیش آگیا جو اسلامی تاریخ میں ''غزوہ بدر'' کے نام سے موسوم ہے۔

دار الحرب کے ضعفاء

''یوم بدر'' کو قرآن نے ''یوم الفرقان'' کہا ہے۔ کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر، اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا کر کے دکھلا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اولیاء بعض کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف سورۂ انفال کے خاتمہ پر ''الا تفعلوہ تکن فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وفساد کبیر'' کہہ کر توجہ دلائی تھی کہ اس کا صریح اقتضاء تھا کہ اس اسلامی برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو۔ جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا تھا جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ انفال کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر تسلط زندگی بسر کر رہے ہیں، دار الاسلام کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں ''مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا'' ہاں حسب استطاعت ان کے لیے دینی مدد بہم پہنچانی چاہیے۔

مرکز اسلام میں موالات واخوت کی دو صورتیں

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرکز اسلام میں موالاۃ واخوۃ اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لیے دو صورتوں میں سے ایک ہونی چاہیے، یا تمام عرب

کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آ جائیں، اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں۔ اور یا پھر آزاد مسلمان اپنی مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے، یعنی سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالم گیر اسلامی قومیت کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہو سکے۔

یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ وفساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی، اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے پاک وصاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری طرح مامون ومطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالم گیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔

غلبہ اسلام

اسی اعلیٰ وپاک وصاف مقصد کے لیے مسلمانوں نے ۲ ر ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھایا تھا جو آخر کار ۸ ر ہجری میں مکہ معظمہ کی تطہیر اور فتح عظیم پر منتہی ہوا جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگایا۔ اور چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر قسم کے وساوس کفر وشرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور وہدایت اور اسلام کا پیغام اخوت پھیلانے کا کفیل وضامن بنا۔ اور اس طرح پورا جزیرۃ العرب ساری دنیا کے لیے ایک عظیم تر پاکستان بن گیا۔

فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ

یہ ہے مختصری تاریخ اس امت کے پہلے دور کی۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان.......... ④②

نہ رسوا کر محبت کو کئے جا ضبط غم اپنا
ستم گر دیکھ لے گا خود ہی انجام ستم اپنا

قادیانیت کے خدوخال

{بیان}

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ

اقتباس

آج ایک شخص خود کو مسیح موعود کہتا ہے مگر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث بخاری ومسلم میں موجود ہے دیکھ لو اور سمجھ لو کہ سپاہی اپنے نشان وردی وغیرہ سے پہنچانا جاتا ہے۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

ہاں! ہاں! اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم مسیح کو مانتے نہیں، ہم مانتے ہیں مگر اس کو جو مطابق رسول اللہ ﷺ آئے گا۔ قبل ازیں جو نبی آتے رہے وہ پیدا شدہ خرابیوں کو دور کرنے آتے تھے، اب جو دجال کے آنے کی خبر ہے تو اس کا استحصال کرنے کو پہلے انبیاء میں سے ایک آئے گا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

پیراگراف از بیان حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

سپاہی اپنی وردی سے پہنچانا جاتا ہے

پہلے مولانا مولوی محمد طیب اور مولانا مولوی محمد طاہر صاحبان نے تلاوت قرآن کریم فرمائی ، بعد ازاں فاضل مقرر نے آیت بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ [سورۃ انبیاء:۱۸] پڑھی اور کہا کہ مجھے افسوس ہے سامعین کی زبان اور ہے اور میری زبان اور، جس سے اپنا مدعا حاضرین کے خاطر نشین کرنے سے قاصر ہوں کتاب ''انجام آتھم'' (مصنفہ مرزا صاحب) کے متعلق میں آپ لوگوں کو کچھ سناتا مگر وہ مصلحت انجمن کے خلاف ہے۔

حضرات! آج ایک شخص خود کو مسیح موعود کہتا ہے مگر جناب محمد رسول ﷺ کی حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے دیکھ لو اور سمجھ لو کہ سپاہی اپنے نشان وردی وغیرہ سے پہنچانا جاتا ہے۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد

ہاں ہاں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم مسیح کو مانتے نہیں، ہم مانتے ہیں مگر اس کو جو

مطابق رسول اللہ ﷺ کے آئے گا قبل ازیں جو نبی آتے رہے وہ پیدا شدہ خرابیوں کو دور کرنے آتے تھے۔ اب جو دجال کے آنے کی خبر ہے تو اس کا استیصال کرنے کو پہلے انبیاء میں سے ایک آئے گا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

نزول عیسیٰ کے وقت صرف اسلام کا سکہ رہے گا

حدیث شریف کا مضمون ہے ''عیسیٰ علیہ السلام'' ضرور نازل ہوں گے اس وقت مال کی اس قدر بہتات ہوگی کہ کوئی قبول نہ کرے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا استیصال کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تمام سکے مٹ جائیں گے فقط اسلام کا سکہ باقی رہے گا۔

اب دیکھئے مرزا غلام احمد صاحب اس حدیث کے کیا معنی کرتے ہیں۔ (ازالۃ الاوہام مصنفہ مرزا صاحب ۲۶۸) ''مال بہہ پڑے گا کے یہ معنی ہیں'' ان کو کہہ دے کہ مال لیتے لیتے لوگ تھک جائیں گے۔

صاحبان! کہا گیا ہے کہ مال بہا دینے کے معنی بکثرت خرچ کرنے کے ہیں۔

مرزا قادیانی کا قرآن

کیا اس وقت لوگ قرآن کو قبول نہیں کرتے؟

جہاں تک ہم کو معلوم ہے بسر وچشم قبول کرتے ہیں، البتہ مرزا کا قرآن کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا۔ خدا شرمائے اس غارتگر ایمان کو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ دو شخص کبھی سیر نہیں ہوتے۔ طالب علم اور طالب دنیا، مگر مرزا جی اس کے خلاف ہیں فاضل مقرر نے یہاں ایک مثال بیان کی کہ کسی شہزادہ کو علم نجوم پڑھایا گیا جب ختم کر چکا تو امتحاناً ایک انگوٹھی ہاتھ میں رکھ کر اس سے

پوچھا گیا کہ بتاؤ تو ہاتھ میں کیا ہے، اس نے کہا چکی کا پاٹ، اب یہ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ یہاں بے چارہ نجومی استاد کیا کرتا یہاں تو عقل کی ضرورت تھی اور دیکھنا یہ تھا کہ چکی کا پاٹ مٹھی میں آ بھی سکتا ہے یا نہیں۔

قادیانی کی شان رسالت میں گستاخی

دجال بڑی قوت سے آئے گا، مردے زندہ کر دکھائے گا مسیح علیہ السلام کے وقت قتل کیا جائے گا۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) یاد رکھو دجال کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں۔

اور سنئے! مرزا جی ازالۃ اوہام کے ص ۲۸۲ میں کیا لکھتے ہیں دجال کی حقیقت نبی کریم ﷺ پر نہیں کھلی اور نہ دابۃ الارض کی" وغیرہ وغیرہ۔

اب آپ لوگ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مرزا جی بہتر جاننے والے ہیں یا نبی کریم ﷺ؟

مرزا کے بقول قوم انگریزی دجال ہے

اور سنو مرزا جی قوم انگریز کو دجال بتاتے ہیں مگر یاد رکھو کہ دجال خدائی کا دعوی کرے گا اور انگریز قوم نے خدائی کا دعوی نہیں کیا، اجی مرزا جی نے علماء اسلام کو حرامی تک کہا۔

ہمیں سے سب یہ کہتے ہیں کہ نیچی رکھ نگاہ

اپنی

کوئی اس سے نہیں کہتا کہ کچھ تو کر حیا مرزا

اس کے بعد کہا کہ مجھے مرزا جی کے استعاروں کا ڈر ہی رہتا ہے کہیں اس میں بھی استعارہ نہ ہو عیسیٰ جو دجال کو مارنے آیا وہ (مرزا) خود تو مر گیا مگر اس کا دجال (قوم انگریز) اب تک باقی ہے۔ شاید مرزا جی کی مراد روحانی قتل ہو یا خواب میں یا بطور

استعارہ۔

مرزا کے دعویٰ مسیحیت کا اصل سبب

صاحبان! میں بھی ایک مسیح کا منتظر ہوں جس کے بعد دنیا بھر میں صرف اسلام کا سکہ باقی رہے گا۔ ایک بات کہتا ہوں جو سن کر صاحبزادہ محمود اور مولوی محمد علی ایک ہو جائیں گے۔ وہ یہ کہ مرزا جی کرشن اور مسیح اسی واسطے بنے تھے کہ ہندو مسلم نصاریٰ سب ایک ہو کر مجھ پر جمع ہو جائیں گے جانتے ہو رسول اللہ ﷺ نے تمام عرب کو کیسے ایک بنا دیا؟ فقط ایک دعویٰ نبوت سے، مگر وہ خدا کے سچے مرسل تھے اور خدا کی مدد ان کے ہمراہ تھی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ☆ اک آواز میں ساری بستی جگا دی

دجال کے گدھے پر مرزا جی کی سواری

پھر بیان کیا کہ مرزا جی نے سنا ہو گا کہ دجال آئے گا اس کا گدھا بھی ہو گا جس کے دونوں کانوں میں ستر گز کا فاصلہ ہو گا اب انگریز قوم کو دجال بتایا اور ریل گاڑی کو گدھا اور ریل گاڑی کے انجن سے اخیر تک قریبا ستر گز ہی کا فاصلہ ہوتا ہے مگر مرزا جی نے یہ نہ بتایا کہ کونسی ریل گاڑی گدھا ہے، ڈاک گاڑی، یا پسنجر ٹرین، یا مالگاڑی؟ لیکن تعجب ہے کہ باوجود دجال کا گدھا ہونے کے مرزا اور مرزائی اس پر سوار ہوتے ہیں۔

ہر میدان کا اسی کے مناسب شہسوار

مسلمانو! یاد رکھو جب کوئی سرکش پیدا ہوا ہے تو اس کی مناسبت سے ہی خدا نے نبی مبعوث کیا ہے۔ فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ اور معجزہ آپ کا لکڑی کا عصا، یہ قصہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ویسے ہی معجزات دیئے بحکم خدا پرندے بنا کر اڑانا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ لیکن مرزا جی کہتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ بحکم خدا مردے زندہ

کرتے تھے وہ بے ایمان ہے۔

اجی مرزا جی! بے شک بے ایمان ہے مگر آپ کی شریعت کا نہ کہ شریعت محمدی کا۔

یاجوج ماجوج کے بارے میں مرزا کا خیال

(حمامۃ البشریٰ ص۸۱) میں مرزا جی لکھتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کا قصہ ہے مگر ان شہروں کو کچھ پتہ نہیں چلتا۔ الغرض مرزا جی کو جس چیز کا پتہ نہیں لگا وہ کالعدم ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ----------- (۴۳)

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے ؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے ؟

{خطاب}

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ہمارے اس وطن میں انگریز نے دوسو سال حکومت کی ہے، اور بڑے جبر کے ساتھ حکومت کی، اور ایسی تجاویز بروئے کار لائی گئیں کہ مسلمانوں کو عیسائی بنادیا جائے، مرتد کردیا جائے تاکہ ہماری حکومت کامیاب ہوسکے۔

وہ کیوں کامیاب نہ ہوسکے؟ یہ دینی مدارس، یہ اسلامی مکاتب، یہ دینی کتابیں آڑے آئیں، انہوں نے مسلمانوں کے دل ودماغ پر ایسا قبضہ کیا ہوا تھا کہ مسلمان گنہگار تو ہوسکتا ہے، لیکن دین کو چھوڑ دے؟ یہ نہیں ہوسکتا۔

یہ ساری محنتیں کس کی تھی؟ ان دینی مدارس کی تھیں، دینی مکاتب کی تھیں، اور ہمارے جتنے علماء گذرے ہیں کوئی لوہار ہے، کوئی ترکھان ہے، کوئی بزار ہے، کسی کا کوئی پیشہ ہے کسی کا کوئی، ہمارے امام ابوحنیفہ جن کے ہم مقلد ہیں آپ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، صابونی بہت بڑے عالم گزرے ہیں صابون بنا کر بیچتے تھے، لیکن ساتھ ہی دین کا کام بھی کرتے تھے، صابون بھی بک رہا ہے، دین کا کام بھی ہورہا ہے، حلوائی ہے حلوہ بھی بیچا دین کا کام بھی کیا، ہمارا دین اس طرح پھیلا ہے۔

پیرگراف از بیان حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

دین اور دنیا

معزز حاضرین کرام! شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں مذکور مندرجہ ذیل دُعا اتنی عظیم ہے کہ شارع ﷺ نے اس کے پڑھنے کا مطاف کے اندر حجر اسود کے قریب پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اس سے ایک اور اہم چیز واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان کا مطمح نظر کیا ہونا چاہیے؟ کہ دنیا بھی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارے اور قیامت بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو۔

دینی مدارس کا کردار

اب میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک اسلامی مملکت کے

حصول میں دینی مدارس کا کیا کردار ہو سکتا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ جب کسی وطن کے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مذہبی بنیادوں پر کیونکہ دنیا میں ہر حکومت نظریاتی ہے میرا اپنا نظریہ ہے آپ کا اپنا نظریہ ہے ہر انسان کا ایک نظریہ ہے: وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔ [سورۃ البقرۃ: ۱۴۸]

قرآن میں آتا ہے ہر ایک کا اپنا اپنا نظریہ ہے دنیا میں جتنی بھی مملکتیں قائم ہیں یا ہوتی رہتی ہیں یا ہوتی رہیں گی، سب ایک نہ ایک نظریے پر ہوتی ہیں، خواہ وہ نظریہ آسمانی ہو یا انسانی ہو۔ خدا کو نہ ماننے کا بھی تو نظریہ ہے نا؟ کوئی نہ کوئی نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہم اپنے وطن پاکستان کی مثال لے سکتے ہیں پاکستان کے حصول میں سب سے جو بنیادی وجہ ہے۔ جس پر کامیابی ہوئی وہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑی کافی ہے۔

اسلامی مدارس تحفظ کا سامان

اسلامی حکومت کے مٹ جانے کے بعد مسلمانوں نے جو ترقی کی اپنے عددی اعتبار سے وہ اتنی موثر اقلیت تھی کہ وطن کو تقسیم ہونا پڑا تو اب سوچنا یہ ہے کہ جب اسلامی حکومت بھی چلی گئی کہ حکومت کوشش کرتی مسلمانوں کی تعداد بڑھانے میں تو یہ درمیان میں جو عرصہ گزرا ہے اس عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد کو کس نے بڑھایا؟ کس نے مسلمانوں کا تحفظ کیا؟ تو یہی کہنا پڑے گا کہ اسلامی مدارس نے اگر یہ مکاتب نہ ہوتے، یہ مساجد نہ ہوتیں، یہ خانقاہیں نہ ہوتیں، یہ دین پڑھانے والے نہ ہوتے تو کیا برصغیر میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ سکتی تھی۔

اسلامی مدارس کی خدمات

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس بنیاد پر یہ وطن عزیز حاصل کیا گیا ہے برصغیر کی تقسیم کی گئی وہ کیا بنیاد تھی؟ کہ اس ملک میں کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اگرچہ وہ اقلیت میں ہیں لیکن اتنی اقلیت موثر ہیں کہ وہ الگ وطن مانگتے ہیں اور ان کو الگ وطن دینا پڑا تو یہ تعداد جوتھی کس نے بنائی؟ انہی مدارس نے بنائی۔آخر دین کے پھیلانے والے، دین کو محفوظ کرنے والے تو یہ مدارس اور مکاتب ہی تھے۔

میرے عزیزو! آپ لکھے پڑھے دوست ہیں میں آپ سے کیا عرض کروں؟ ہندوستان میں ایک ہزار سال تک تقریباً مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔اس ایک ہزار سال کے عرصہ میں بڑے مدرسے کھلے۔اور انگریز کے زمانہ میں تو بڑے مدارس تھے سب مکاتب کی شکل میں تھے کسی میں قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا ترجمہ تو خیر نہیں تھا۔کسی میں فقہ کی چند کتابیں تھیں۔

قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے شاہ ولی اللہ نے کیا

قرآن کا ترجمہ سب سے پہلے شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا فتح الرحمن کے نام سے، پہلے ترجمہ ہی نہیں تھا قرآن شریف کا، ناظرہ قرآن شریف پڑھاتے تھے۔یہ بھی بہت بڑی چیز تھی ایک ہزار سال تک برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت رہی اور اس عرصے میں ایک بھی اتنا عظیم ادارہ قائم نہ ہوسکا جو سارے علوم وفنون پڑھائے، مکاتب تھے، مدارس تھے، اپنی اپنی نوعیت تھی لیکن جامع جسے کہتے ہیں وہ صرف دارالعلوم دیوبند تھا جس کو قائم ہوئے آج ایک سوسال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔

اس مدرسے میں جو تعلیم دی گئی یا اب بھی جو دی جاتی ہے یہ جامع تعلیم ہے جتنے ہمارے علوم اسلامیہ سارے کے سارے پڑھائے جاتے ہیں تو اسلامی سلطنت کے چلے جانے کے بعد بھی دین کو جس نے محفوظ رکھا مسلمانوں کے عقیدے کو جس نے محفوظ

رکھا ان کی اسلامیت کو محفوظ رکھا وہ دینی مدارس تھے جن میں ممتاز ترین کام جو ہے وہ دارالعلوم دیوبند کا ہے۔

دینی مدارس کا اہتمام

حضرت نانوتوی کا ارشاد گرامی ہے کہ حکومت تو جا چکی اب مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ کیا جائے، چنانچہ وہ تحفظ ہوا اور الحمدللہ بڑے اچھے طریقے پر ہوا اور پھر ان دینی مدارس سے پھر آگے چل کر جو علماء نکلے، صلحا نکلے، مناظر نکلے اور اسی دینی مدرسے کی ایک شاخ دارالعلوم حقانیہ بھی ہے اب تقسیم کے لیے آپ حضرات خود سوچیں کہ تقسیم وطن کے بعد اگر ایسے دینی مدارس چھوٹے چھوٹے نہ ہوتے تو وہ لوگ جو اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ہندوستان جایا کرتے تھے اب تو وہ آنا جانا ختم ہو چکا ہے یہ دارالعلوم حقانیہ اس برصغیر ہی میں نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ سارے عالم اسلامی میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس میں علوم کی تدریس ہے، علوم کا سمجھانا ہے لکھنا لکھانا، ہر اعتبار سے دینی خدمت ہو رہی ہے اور یہ اتنا بڑا قومی پلیٹ فارم ہے اور یہ جتنے بڑے محسن ہیں اتنے بڑے محسن کوئی نہیں ہیں، آپ سمجھیں۔

علماء قوم کے لیے بڑا سرمایہ چھوڑ کر جاتے ہیں

ایک بہت بڑا دنیادار اگر دنیا سے چلا جاتا ہے تو قوم کے لیے کچھ نہیں چھوڑ کر جاتا، قوم کو کیا دے جاتا ہے؟ اگر کوٹھیاں ہیں تو اس کی اپنی ہی، ملیں ہیں تو اس کی اپنی، بینک میں پیسہ ہے تو اس کا اپنا ہے، قوم کو اس نے کیا دیا؟ یا اسی طرح مختلف شعبے جو ہیں ان کے سربراہ اگر دنیا سے جاتے ہیں تو قوم کو کیا دے کر جاتے ہیں؟

بہت کم ایسے لوگ ہیں جو خیراتی ادارے قائم کر کے جاتے ہیں جن سے قوم فائدہ

اُٹھاتی ہے لیکن یہ لوگ؟ مثلاً مولانا صاحب کو آپ دیکھ لیں۔ ہمارے مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کو آپ دیکھ لیں انہوں نے قوم کو کیا دیا ہے؟ کئی ادارے بنوا دیے کئی ہزار موذن دیئے، کئی ہزار خطیب دیئے، کئی ہزار مدرس دیئے، اور کئی ہزار کتابیں تصنیف ہورہی ہیں ہوتی چلی جائیں گی اتنی عظیم بلڈنگیں قوم کو دیں اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں اور بھی کئی دین کے کام ہورہے ہیں۔

دنیا کی بڑی یونیورسٹی

جامعہ ازہری کو آپ دیکھ لیں مصر میں جامعہ ازہر دنیا کی بہت بڑی یونیورسٹی ہے مگر وہ بھی حکومت کے تعاون سے چل رہی ہے، اس کے اوقات ہیں، اساتذہ کی بڑی معقول تنخواہیں ہیں وظائف دیے جاتے ہیں ان کی سرپرستی حکومت کرتی ہے۔

لیکن یہ دینی مدارس یہ جو ہمارے وطن میں ہیں ان کی سرپرستی کون کرتا ہے؟ ان مدارس کے مہتمم حضرات آپ سے اور لوگوں سے پیسہ پیسہ جمع کرتے ہیں اور اس پیسے کو اس ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ صرف کرتے ہیں کہ مدارس بن جاتے ہیں، مساجد بن جاتی ہیں، مکاتب بن جاتے ہیں تو یہ مدارس پہلے ہی تھے اب بھی وہی کام کررہے ہیں جو کام استحکام وطن کے لیے ضروری ہیں۔

نظریئے کا تحفظ اگر کسی اسلامی مملکت کا حصول ہوگیا مثلاً پاکستان ہمارا وطن ہے یہ اسلامی نظام کے نعرہ ہائے بلند کے تحت حاصل ہوگیا۔ اب اس وطن میں اگر بجائے اسلامی نظریات کے لادینی نظام کا پرچار شروع ہوجائے تو اس وطن کا حاصل ہونا اور نہ ہونا برابر ہوجائے گا۔

اسپین کی حالت زار

اسپین کی مثال آپ کے سامنے موجود ہے ہسپانیہ میں آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی۔آٹھ سو سال .... حکومت کی مسلمانوں نے .... اب اتنا کچھ ہوا ہے یہ بھی شاہ فیصل مرحوم کی کوشش تھی جو اب بار آور ہوئی ہے کہ اسپین سے جو لوگ بھاگے تھے ان کو ان کے خاندان واپس لانے کی اجازت مل گئی ہے۔پرسوں اخبار میں تھا آٹھ سو سال تک جہاں حکومت کی اس کا ایسا زوال ہوا کہ ہسپانیہ میں آج سے تقریباً پچاس سال پہلے بلکہ چالیس بلکہ تیس سال پہلے کی بات ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں کہتے تھے کہ میں مسلمان ہوں اپنے آپ کو مسلمان کہنا بھی جرم تھا، اب کچھ سال ہوئے ہیں کہ اسپین میں اسلام کو سچائی کے طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے اگر کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہے تو وہ کہہ سکتا ہے یعنی جس ملک میں آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی اس ملک میں اسلام کا نام لینا بھی جرم ہو گیا اور یہ نتیجہ کیوں تھا؟ وہاں مکاتب اسلامی نہیں تھے، مدارس نہیں تھے۔

مدارس ومکاتب کا اہم کردار

ہمارے اس وطن میں انگریز نے دو سو سال حکومت کی ہے اور وہ حکومت ایسے کی ہے کہ بڑے جبر کے ساتھ حکومت کی اور ایسی تجاویز بروئے کار لائی گئیں کہ مسلمانوں کو عیسائی بنا دیا جائے مرتد کر دیا جائے تاکہ ہماری حکومت کامیاب ہو سکے وہ کیوں کامیاب نہ ہو سکے؟

یہ دینی مدارس، یہ اسلامی مکاتب، یہ دینی کتابیں آڑے آئیں۔انہوں نے مسلمانوں کے دل اور دماغ پر ایسا قبضہ کیا ہوا تھا کہ مسلمان گناہگار تو ہو سکتا ہے لیکن دین کو چھوڑ دے؟ یہ نہیں ہو سکتا ہم خواہ گناہ گار رہیں مگر ایک گناہ گار مسلمان بھی یہ نہیں برداشت کر سکتا کہ اسے کہا جائے کہ تو غیر مسلم ہے ایک انسان کے عقیدے کے خلاف کوئی بات کی

جائے تو وہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ ساری کی ساری محنتیں کس کی تھیں؟ ان دینی مدارس کی تھیں دینی مکاتب کی تھیں۔

دین اور دنیا الگ الگ نہیں ہیں

یہ ہمارے ذہن میں ویسے ہی ڈال دیا گیا ہے کہ دین اور دنیا الگ الگ ہوتے ہیں اسی سے میں نے قرآن حکیم کی محولہ بالا آیت پڑھی ہے دنیا اور دین الگ الگ شعبے ہیں یہ غلط بات ہے دین اور دنیا ایک ہی چیز ہے دونوں ایک گاڑی کے پہیے ہیں اور یہی بات امام الانبیاء کے زمانہ تک بھی تھی بعد میں اب بھی ہے۔

صحابہ کرام ﷺ اگر وہ صوفی تھے، سالک تھے، رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مخور رہتے تھے تو دن میں وہ جہاد کرتے تھے۔ اگر وہ مجاہد تھے تو ساتھ ہی وہ مبلغ بھی تھے۔ اگر مبلغ تھے تو ساتھ ہی سپاہی بھی تھے یعنی سارے صفات صحابہ کرامؓ میں تھے۔ تبھی تو اسلام پھیلا ورنہ تو آپ پڑھے لکھے دوست ہیں مجھے حجاب آتا ہے آپ دیکھ لیں کوئی بھی ایسا نظریہ ہے مجھے بتائیں جو دس سال میں پھیلا ہو اور ایسا پھیلا ہو کہ اقوام عالم پر چھا جائے۔

یہ اشتراکیت کو آپ دیکھیں، مارکس نے اس کی بنیاد رکھی لینن نے اسے پھر پروان چڑھایا۔ اور پھر اس نے اپنے پتے شاخیں نکالی ہوں۔ تقریباً سو سال کے عرصہ میں اس نظریے کو پھیلانے کے لیے کوشش کی گئی۔

مکی زندگی کے تیرہ سال

لیکن امام الانبیاء ﷺ، جب آپ ﷺ کی عمر چالیس سال ہے۔ آپ ﷺ نے دعوت نبوت کا من جانب اللہ اعلان فرمایا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں رہے اور وہ زندگی ہے جو سفر کی زندگی ہے مشقت کی زندگی ہے، کوئی وہاں

کام نہیں ہوسکا سوائے عقیدے کی اصلاح کے تیرہ سال تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھایا کہ عقیدہ پختہ ہوجائے۔

مدنی زندگی کے دس سال

پھر دس سال کے عرصہ میں ۳۵ رجنگیں لڑیں نبی کریم ﷺ نے چھوٹی بڑی ملا کر ۳۵ رجنگیں تو سال میں کتنی ہوگئیں؟ چار تو سال میں جنگیں ہوگئیں جس ایک دنیا کے عظیم ترین انسان کو سال میں چار دفعہ سخت جنگیں لڑنی پڑیں تو بتایئے کہ وہ کامیاب ہوگا کہ ناکام ہوگا بظاہر تو ناکام ہونا چاہیے۔

لیکن اس دس سال کے عرصے کے بعد جب امام الانبیاء ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں تو دس لاکھ مربع میل کے آپ ﷺ مالک ہیں آپ ﷺ کی حکومت دس لاکھ مربع میل تک ہے۔ تو اگر حضور ﷺ اس دنیا کے سامنے یا جس طرح ہمارے ذہن میں ایک تصور ہے کہ یہ تمدن کیا ہے؟ کہ دنیاوی زندگی سے الگ تھلگ ہوجانا تو پھر دس لاکھ مربع میل تو کیا ایک میل بھی نہ لیتے۔

اسلام دونوں چیزوں کو جمع کرتا ہے۔ دین کو بھی اور دنیا کو بھی قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ان لوگوں کی جو فقط دنیا مانگتے ہیں فرمایا میں تو دین بھی دے سکتا ہوں۔ آخرت بھی دے سکتا ہوں۔ دونوں دے سکتا ہوں۔ تو دونوں دین ہیں۔

سلاطین امت کی تاریخ

ہمارے گذشتہ سلاطین کی تاریخ آپ دیکھ لیں۔ اس برصغیر میں فرخ سیر قرآن کا حافظ تھا علاؤالدین خلجی قرآن کا حافظ تھا اورنگ زیب قرآن کا حافظ تھا، عالم تھا، اس کے علاوہ بھی کئی سلاطین گذرے ہیں تیمور خود بیٹھ کر سنتا تھا مناظرے اور یہ جج ہوتا تھا۔

ایک مناظرہ کرایا تیمور نے علامہ تفتازانی اور دوانی کے درمیان تو تیمور نے تفتازانی کو کامیاب کیا۔ ان کے مقابل کونا کام کہا یعنی تیمور فیصلے کیا کرتا تھا علماء کی ان بحثوں میں۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں ساتھ چلتے ہیں۔ یہ تو ویسے ہی کہا گیا کہ جی اگر دین کی طرف آئے تو دنیا نہیں ملے گی اگر دنیا کی طرف آئے تو دین نہیں ملے گا نہیں بڑی لمبی فہرست ہے ہمارے پاس۔

ہمارے اسلاف گوناگوں صفات کے حامل تھے

ایک طرف وہ فلسفی ہیں ایک طرف وہ حافظ حدیث ہیں۔ ایک طرف وہ مجاہد ہیں۔ ایک طرف وہ مصنف ہیں۔ ایک طرف وہ مبلغ ہیں ایک طرف وہ بہت بڑے صناع ہیں
۔

ابن رشد فلسفی ہے۔ بہت بڑا فلسفی گذرا ہے جسے یورپ بھی مانتا ہے۔ اتنا بڑا فقیہ ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے "ہدایۃ المجتہد" .... یہاں پڑی ہوگی۔ یعنی مذاہب میں جو اختلافات ہیں۔ بہت ہی اہم موضوع ہے۔ ایک مسئلے میں کتنے قول ہیں۔ مثلاً سر کا مسح ہے۔ اس میں کتنے اقوال ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سارے سر کا مسح کرو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دو تین بال ہوں تب بھی خیر ہے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سر کے چوتھے حصے کا مسح کرو۔

ابن رشد فلسفی ہے اور بہت بڑا فقیہ بھی

میں ایک مثال دیتا ہوں ابن رشد نے "ہدایۃ المجتہد" کی دو جلدوں میں وہ سارے مسائل جمع کر دیے ہیں جن میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ تو اتنا بڑا عالم ہوگا نا؟ ایک طرف تو وہ فلسفی ہے اور ایک طرف وہ اتنا بڑا فقیہ ہے۔ پھر اس کو موطا امام مالک پوری

زبانی یاد ہے۔ ہمارے ہاں ایک دینی کتاب ہے حدیث کی موطا امام مالک ابن رشد کو پوری موطا امام مالک زبانی یاد ہے۔ یہ تین مثالیں میں اس لیے خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں جو اختلاف رکھا گیا یہ کوئی پالیسی تھی کسی کی کہ ان کو آپس میں نہ ملنے دیا جائے۔ یہ بالکل غلط ہے۔

شیخ الہند اور علی گڑھ

ہمارے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا محمود حسن اسیر مالٹا۔ جب وہ مالٹا سے واپس تشریف لائے تو علی گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں جو خطبہ دیا وہ چھپا ہوا موجود ہے۔

آپ نے اس خطبے میں فرمایا کہ تمہارے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ شاید میرے درد کے غمخوار بہ نسبت دینی مدارس کے تم میں زیادہ ہیں تو انہوں نے ویسے ہی بات نہیں کی کہ یہ وہی یونیورسٹی علی گڑھ ہے کہ جس کو غیر اسلامی طاقتیں دور کر رہی ہیں اسے قریب لایا جائے کیونکہ ہم سب آپس میں کلمہ پڑھنے والے ہیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ہم دونوں اسلام کی طاقتیں ہیں اس کے بعد پھر جامعہ ملیہ کا وجود ہوا۔ آپؒ کا مقصد یہ تھا کہ دونوں مدارس کے امتزاج سے ایک بہت اچھا ذہن پیدا ہو۔

حضرت لاہوریؒ کی وسیع النظری

اس لیے میرے دوستو اور میرے عزیزو! دین میں مسلمان سارے کے سارے شریک ہیں۔ ہم سب کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ کوئی کس رنگ میں ہیں کوئی کس رنگ میں ہیں۔ سپاہی سب ہیں۔ ہمارے اس دور حاضر کے امام اولیاء مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بہت اچھا واقعہ ہے میں عرض کر دوں۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کو آپ سب حضرات جانتے ہوں گے اللہ انہیں سلامت رکھے

بہت ہی اچھے آدمی ہیں بہت بڑے ادیب ہیں یہ حضرت لاہوریؒ کے شاگرد ہیں یہ ایک جماعت تھی جس میں علامہ علاؤالدین صدیقی ابوالحسن علی ندوی، قاری محمد طیب، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب۔ یہ سارے حضرات ہم سبق تھے لاہور میں۔ڈاکٹر صاحب نے خود یہ واقعہ لکھا اخباروں میں چھپ چکا ہے کہ میں حضرت کے پاس جب پڑھا کرتا تھا تو ان کی صحبت کا مجھ پر اثر تھا کہ میں نے داڑھی چھوڑی ہوئی تھی جتنا زمانہ میں ان کے پاس رہا۔ یا آتا جاتا رہا تو میری داڑھی تھی بعد میں کچھ ایسے واقعات ہوئے انسان ہیں، ہم سب سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تو شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے داڑھی صفا کردی۔ بال اتار دیئے ''فارغ البال'' ہو گیا تو مجھے اب حجاب آتا تھا کہ میرے شیخ، میرے استاذ مجھے کیا کہیں گے؟ کہیں گے کہ تو پروفیسر ہو گیا اور ڈینٹل کالج کا تو اب اس نے یہ کام کیا؟ اتفاق کی بات ہوئی کہ ایک شادی میں حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میں بھی وہاں مدعو تھا میں مولانا سے چھپ کر پیچھے کی طرف بیٹھ گیا۔

علمی رشتہ بہت بڑا رشتہ ہے

یہ علمی جو رشتہ ہے نا؟ یہ تو بہت بڑا ہے اور بدیشی طاقتوں نے اسے لڑانے کی کوشش کی ہے تو استاد اور شاگرد میں ایک رشتہ تھا اور میرے دوستو اور عزیزو یہ آپ کو دینی مدارس میں ملے گا اور کسی جگہ نہیں ملتا۔ ہوتا ہے مگر ملتا کم ہے۔ ہوتا ہے وہاں بھی، کسی جگہ کوئی سیمینار ہوا۔ پچھلے دنوں (غالباً اسلام آباد میں) نئی صدی کے استقبال کے سلسلہ میں، تو اس میں برصغیر کے سارے دانشور اکٹھے ہوئے باہر سے بھی آئے تھے بھارت سے بھی آئے تھے۔ ہمارے صدر بھی ایک اجتماع میں آئے، ایک نشست میں، تو سب سے پہلے آپ ملے مصافحہ کیا...... لیکن ایک شخص تھے جن کو آپ نے گلے لگایا۔

معانقہ کیا، اور کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے اور ان کو دعوت دی کہ میرے پاس جو صدارتی محل ہے اس میں آپ قیام کریں۔ تو وہ کون تھے۔ جنہیں سینے سے لگایا؟ مولانا احمد سعید صاحب اکبرآبادی فاضل دیوبند دلی میں آپ پڑھتے تھے ان کے پاس کلاس ہوتی تھی، پھر یہاں پڑھا ان کا احترام کیا، معانقہ کیا اور ان کو دعوت دی کہ آپ میرے پاس قیام کریں۔ یہ استاد شاگردی کا رشتہ اسلام ہی سکھاتا ہے۔

تم بے وردی ہو میں باوردی

تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس شادی میں تشریف لائے تو ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ان سے چھپ کر بیٹھا تھا۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا اپنی نشست سے اُٹھے اور سیدھے میرے پاس آگئے اور فرمانے لگے بیٹا آپ کیوں چھپ کر بیٹھے ہیں؟............ بات سنو!

ان لوگوں کی باتیں بڑی اونچی ہوتی ہیں۔ یہ بہت اچھے لوگ ہوتے ہیں جی۔ فرمایا بیٹا! آپ بھی اسلام کے سپاہی ہیں۔ میں بھی اسلام کا سپاہی ہوں تم بے وردی ہو اور میں باوردی ہوں ہیں ہم دونوں اسلام کے سپاہی۔

دیکھا جوڑا نا جی؟ توڑا تو نہیں نا؟ اگر نہ دیکھتے اور فرماتے عبداللہ شاہ ہٹ جاؤ، دفع ہو جاؤ، تم نے داڑھی منڈوا ڈالی وغیرہ۔ لیکن نہیں اُٹھ کر ان کے پاس خود تشریف لے گئے، پاس جا کر بیٹھے اور فرمایا بیٹا مجھ سے شرمانے کی کیا بات ہے۔ تم بھی اسلام کے سپاہی ہو، میں بھی اسلام کا سپاہی ہوں۔ میں باوردی ہوں تم بے وردی ہو...... خدام الدین میں یہ واقعہ چھپا ہے......... کتنا بڑا فلسفہ ہے۔

ہمارے اسلاف نے دنیوی شعبوں کے ساتھ دین کا کام کیا ہے

تو محترم حضرات! ہم سب الحمدللہ مسلمان ہیں آپ پاکستان گورنمنٹ کے

سر برآوردہ اہل کار ہیں، آپ کو دینی مدارس کا دورہ کے لیے منتخب کیا گیا ہے آپ کی صلاحیتیں ہیں وہ بھی مسلم ہیں۔ اگر آپ کے اندر دینی صلاحیتیں زیادہ اجاگر ہوں گی تو ان کا فائدہ آپ کو ملے گا اور آپ کے ماتحتوں کو ملے گا جہاں آپ جائیں گے وہاں فائدہ پہنچے گا۔

ہمارے پچھلے دور کا ہر تاجر، تاجر بھی تھا۔ مبلغ تھا، حکیم مبلغ بھی تھا، اور حکیم بھی تھا۔ ہر معمار، معمار بھی تھا اور مبلغ بھی تھا۔ یہ ہمارے جتنے علماء گزرے ہیں کوئی لوہار ہے کوئی ترکھان ہے کوئی بزاز ہے کسی کا کوئی پیشہ ہے کسی کا کوئی ہمارے امام ابوحنیفہؒ جن کے ہم مقلد ہیں آپ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اور صابونی بہت بڑے عالم گزرے ہیں صابون بنا کر بیچتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی دین کا کام بھی کرتے تھے۔ صابون بھی بک رہا ہے دین کا کام بھی ہو رہا ہے۔ حلوائی ہے، حلوہ بھی بیچا اور دین کا کام بھی کیا۔ میرا مقصد کہنے کا یہ ہے کہ ہمارا دین جو پھیلا ہے اس طرح پھیلا ہے۔

یہ تصور غیر اسلامی ہے

یہ تصور تو غیر اسلامی ہے کہ دین اور دنیا الگ الگ ہیں۔ آپ نے تاریخ پڑھی ہوگی ہندوؤں میں تقسیم فرائض ہے۔ برہمن جو ہے وہ صرف دین کا کام کرتا ہے۔ دنیا کا کام نہیں کرتا۔ اسی طرح شودر ہیں۔ ہمارے ہاں یہ نہیں ہے ہمارے ہاں تو مبلغ بھی ہے مجاہد بھی ہے تاجر بھی ہے وہ مصلے پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے مصلے پر بیٹھ کر تجارت بھی کرسکتا ہے۔ مصلے پر بیٹھ کر تیر کمان اور بندوق بھی تیار کرسکتا ہے۔ مصلے پر بیٹھ کر وہ ترجمہ بھی پڑھا سکتا ہے۔ تو ہمارے ہاں تو دین و دنیا کا کوئی الگ تصور ہے ہی نہیں یہ تو بدیشی حکومتوں کا اک حربہ ہے کہ پھوٹ ڈال دو الگ الگ کردو۔

قطب الدین بختیار کاکیؒ کا جنازہ بادشاہ نے پڑھایا

شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ خاندان غلامان کے ایک بادشاہ گزرے ہیں آپ جانتے ہی ہیں۔خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں گزرے ہیں وفات سے قبل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو اپنے جنازہ پڑھانے والے شخص کے متعلق وصیت فرمائی کہ کون سا شخص جنازہ پڑھائے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کا جنازہ اٹھا اسلامی مملکت التمش کی حکومت دلی کا جنازہ، صلحاء، اتقیاء صوفیاء اور علماء سب جمع ہیں تو اس وقت لاؤڈ اسپیکر نہیں تھے سلطان شمس الدین التمش بھی پچھلی صف میں کھڑے ہیں، پوچھا جنازہ میں کیا دیر ہے؟

تخت شاہی پر بھی کامل درجہ کا تقویٰ

عرض کیا گیا کہ خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی ہے کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس میں یہ صفات ہوں۔

نمبر ایک آج تک تہجد کی نماز قضا نہ ہوئی ہو۔

نمبر دو اپنی بیوی کے علاوہ کسی کے ساتھ تعلق نہ ہو۔

نمبر تین عصر کی سنتیں کبھی نہ چھوٹی ہوں۔

اتنے اتنے علماء موجود ہیں مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی کہ آگے بڑھے۔آپ نے تاریخ میں یہ واقعہ پڑھا ہوگا کہ سلطان شمس الدین التمشؒ نے حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہمارے سلاطین بیک وقت دنیا کے حکمراں بھی تھے اور ساتھ ہی تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز تھے۔

تو عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم میں اختلاف پیدا کیا گیا کہ ایک طرف مسٹر ہوں اور دوسری طرف ملا ہوں حالانکہ ہم سب مسلمان ہیں اسلام یہ سکھاتا ہے

میرے دوستو کہ اگر ایک ڈاکٹر ہے تو وہ ڈاکٹر بھی ہو۔ اور مبلغ بھی ہو اگر ایک مولوی ہے تو وہ ڈاکٹر بھی ہو سکتا ہے اگر یہ اختلاف ختم ہو جائے تو ہم سب مل کر اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔

علماء نمونہ بنیں

یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ ہماری حکومت نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپ جیسے حضرات کو کہا گیا کہ آپ دینی مدارس میں بھی جائیں۔ وہاں جا کر طلباء کو دیکھیں۔ دینی ماحول میں کچھ وقت گزاریں۔ دیکھا آپ نے کتنا بڑا یہ ادارہ ہے۔ کوئی بھی اس کا مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہے میرا پرانا تعلق ہے حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے ان کی کوئی آمدنی نہیں ہے مستقل۔ آج ہے پتہ نہیں کل ہے کہ توکلا علی اللہ کام چل رہا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ زمین پر بیٹھ کر یہ طلباء و علماء پڑھ رہے ہیں خالص دینی ماحول ہے جو ماضی کی شاندار روایات کی یاد دلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو بھی مزید ترقی عطا فرمائے۔ اور دیگر دینی مدارس کو بھی دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ حضرات کو بھی اپنے فضل سے نوازے اور حکومت کے ہر شعبہ میں دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی صحیح مقام دینے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارا یہ ایک ایک عالم اسلام کے لیے ایک نمونہ بن سکے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ----------- ۴۴

لیے پھرتے ہیں سینہ تو سبھی عشاق لیکن جو
اُٹھالے بارِ تیر نیم کش سینہ اسی کا ہے

{خطاب}

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

شاہ ہرقل نے تمام پرانے سیاست دانوں، پادریوں وغیرہ کو طلب کیا اور بڑے غصہ سے تقریر کی کہ مسلمان کھانا اور کپڑا پہننا نہیں جانتے، تعداد تم سے کم، ہتھیار تم سے ردی، اور تمہاری لوٹ مار کو نکلے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم کو تمام اسباب حرب و جنگ اور آسائشیں میسر ہیں تو پھر تم کیوں ہر مورچہ سے شکست کھاتے ہو؟..................جواب دو۔

تمام ہارے ہوئے بیٹھے تھے اس لیے بولتے نہ تھے اتنے میں ایک کم درجہ فوجی کھڑا ہوا اور کہا دشمن میں چونکہ تین ایسی خصلتیں موجود ہیں جن کے خوگروں کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

۱) مذہب کے پکے ۲) موت کے عاشق

۳) آپس میں متحد و متفق ہیں

بادشاہ سلامت! تیری فوج میں یہ تینوں مفقود..........

پیرگراف از بیان مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

حضور ﷺ نے ترکہ میں دو چیزیں چھوڑی

حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو چیزیں ترکہ میں چھوڑ کر جا رہا ہوں قرآن وسنت ہماری بنیادی دین کی کتاب قرآن مجید ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے حدیث کی ضرورت ہے۔

مثال سے سمجھو اگر کوئی کمہار برتن بنانا رنگ ساز رنگ کرنا حجام حجامت کرنا نہ سکھائے بلکہ عمل کر کے بتلائے بغیر نائی صاحب یہ کہہ دیں کہ لوہا ہوگا پیچھے لکڑی لگی ہوئی ہوگی بازار سے لے کر تر چھا کر کے چلاتا تو دنیا کا کوئی انسان حجامت نہیں کرسکتا۔اور اگر کی تو کسی کے سر کی خیر نہیں۔

ایسے ہی کاشتکار بیلوں اور ہل کی تفصیل بتلائے خود چلا کر نہ سمجھائے تو ان شاء اللہ کرہ ارضی کا کوئی انسان ہل نہیں چلائے گا اگر چلایا بیل ختم کر کے رکھ دے گا۔

قرآن فہمی کے لیے سنت رسول کی ضرورت

ایسے ہی درزی اگر زبانی کہہ دے کپڑا اس طرح کاٹو تو کوٹ، قمیض بنیان بنے گی دنیا کا ایک انسان بھی قمیض نہیں بنا سکے گا اگر بنا بھی لیا تو کپڑا برباد کر کے غارت کر دے گا۔

جب دنیا کا کوئی فن بغیر عمل دیکھے سمجھ میں نہیں آسکتا تو دین کی یہ کتاب قرآن حکیم بغیر سنت رسول ﷺ کے کیونکر سمجھ میں آسکتی ہے۔ جنہوں نے قرآن کو پکڑا مگر سنت رسول ﷺ کو چھوڑا وہ گمراہ ہو گئے صحابہ کرام ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو عمل کرتے ہوئے دیکھا ہمارے پاس علم فن حدیث کے ذریعہ آپ کا طریقہ اور سنت پہنچی ہم نے حضور ﷺ کو دیکھا نہیں ہے۔

قرآن وحدیث: اللہ کا ارشاد ہونے میں کوئی فرق نہیں صرف یہ فرق ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور حدیث حکم اللہ کا مگر کلام رسول اللہ ﷺ کا۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ [سورۂ نجم]

پیغام رسانی کے دو طریقے

اگر استاد شاگرد کو پیغام دے کہ یہ میرے گھر پہنچا دو تو پیغام رسانی کے دو طریقے ہیں۔

۱) بعینہ الفاظ نقل کرے۔

۲) الفاظ کا لحاظ کئے بغیر پیغام پہنچا دے کہ مثلاً کہا میرے گھر کہہ آؤ ایک مہمان کا کھانا بھیج دو، اگر یہی لفظ نقل کرے تو بعینہ وہی پیغام پہنچا دیا۔ اسی طرح حضور ﷺ وہی الفاظ نقل کریں تو قرآن لیکن پیغمبر اللہ کے پیغام کو اگر اپنے الفاظ میں پہنچا دیں تو حدیث

۔

شریعت کے براہین و دلائل ہونے میں قرآن کو اولیت اور حدیث رسول کو دوسرا درجہ حاصل ہے آنحضرت ﷺ نے اگر دین کی کوئی بات قرآن کی آیت پڑھ کر بتائی یا اپنے لفظوں میں بتائی دین کی حجت ہونے میں دونوں برابر ہوں گے جب

حضور ﷺ سے سن لیا تو دونوں کو ماننا مساوی طور پر فرض ہو گیا دونوں کا انکار بھی مساوی طور پر کفر قرار پائے گا قطعیت میں دونوں برابر ہوں گے دونوں میں کسی کا بھی انکار کیا تو برابر کا کفر ہوگا۔

فرق صرف اتنا ہے کہ جب زمانہ بہت گزر گیا تو قرآن کے پہنچنے کا راستہ قطعی حدیث کے پہنچنے کا راستہ قطعی نہیں رہا۔ اس لیے قطعیت میں فرق آ گیا قرآن کی طرح حدیث کو ماننا فرض ہے کیونکہ قرآن کو اترتے ہم نے خود دیکھا نہیں بلکہ حدیث کی طرح حضور ﷺ سے سنا ہے۔

قدوسی صفت صحابہ

حضور ﷺ نے ایک کافر کا قرض دینا تھا۔ اس نے مانگا۔ آپ نے فرمایا میں ادا کر چکا ہوں تو دوسری دفعہ مانگتا ہے اس نے کہا نبی ہو کر کہتا ہے دے چکا ہوں تو حضور ﷺ نے صحابہ ؓ سے دریافت کیا۔ کیا تم میں کوئی گواہ ہے؟

ایک صحابی کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے میں گواہ ہوں۔

آپ نے سوچ کر فرمایا تو اس وقت موجود نہیں تھا۔

اس نے کہا میں موجود نہیں تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا گواہی کیوں دے رہے ہو؟

اس نے عرض کی میں نے قرآن اترتے بھی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ کی زبان پر اعتماد کر کے گواہی دے رہا ہوں۔

سبحان اللہ! کتنا مضبوط اور مستحکم ایمان تھا کہ پیغمبر کی طرف سچ بات کی نسبت ہوئی اس پر بھی گواہی دے رہے ہیں کیا ان قدوسی صفت صحابہ کرام ؓ جیسا وفا شعار انسان دنیا پیش کر سکتی ہے۔

حضور ﷺ نے اسے اس تصدیق و گواہی پر انعام دیا اور فرمایا کہ یوں شہادت دو آدمیوں کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ لیکن جس گواہی کی نسبت تیری طرف ہو جائے گی۔ اس میں دو کی بجائے ایک کی گواہی بھی معتبر ہو گی۔

قیصر و کسریٰ کی شکست

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دو بڑی سلطنتیں تھیں ایک ایرانیوں کی اور دوسری رومیوں کی آدھی دنیا کی حکومتیں آتش پرستوں کے ساتھ تھیں باقی دوسروں کے ساتھ تھیں جیسے آج کل دو بڑے بلاک ہیں امریکہ کا اور روس کا۔

جب مسلمانوں کے مقابلہ میں دونوں کو شکست ہوئی تو آنحضرت نے تسلی دی اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ۔

کہ جب کسریٰ ہلاک ہو گیا پھر کوئی دوسرا کسریٰ نہیں اور جب قیصر ہلاک ہو گیا۔ پھر کوئی قیصر نہ ہو گا ان دونوں حکومتوں پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور فتح کر لیا۔

مسلمان اقلیت میں غالب

تمام ممالک کے عیسائیوں نے ایک مشترکہ فوج بنا کر ایک کی کمان میں دے کر مشترکہ لڑائی لڑی اس میں مسلمان ۳۵ ہزار اور عیسائی ڈیڑھ لاکھ فوج تھی۔

پہلے مورچہ میں غسان کی جنگ جو ساٹھ ہزار فوج تھی بادشاہ غسان خود کمان کر رہا تھا مسلمان کل اس کے نصف تھے مسلمانوں نے کہا کہ کچھ ریزرو بھی چھوڑ دو چنانچہ ساٹھ مسلمان ساٹھ ہزار عیسائیوں سے لڑے۔ تو فتح ہوئی۔ ساٹھ مسلمان ساٹھ ہزار عیسائیوں سے لڑے۔

شاہ ہرقل کا اپنی فوج پر غصہ

شاہ ہرقل نے تمام پرانے سیادت دانوں، پادریوں وغیرہ کو طلب کیا اور بڑے غصہ سے تقریر کی کہ مسلمان کھانا اور کپڑا پہننا نہیں جانتے، تعداد تم سے کم، خوراک تم سے بدتر، ہتھیار تم سے ردی اور تمہاری لوٹ مار کو نکلے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم کو تمام اسباب حرب وجنگ اور آسائشیں میسر ہیں تو پھر تم کیوں ہر مورچہ سے شکست کھاتے ہو......... جواب دو۔ تمام ہارے ہوئے بیٹھے تھے اس لیے بولتے نہ تھے۔

مسلمان کی تین زبردست خوبیاں

اتنے میں ایک کم درجہ فوجی کھڑا ہوا اور کہا دشمن میں چونکہ تین ایسی خصلتیں موجود ہیں جن کے خوگروں کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

(۱) مذہب کے پکے (۲) موت کے عاشق (۳) آپس میں متحد اور متفق ہیں۔

بادشاہ سلامت تیری فوج میں یہ تینوں مفقود.........................

وہ جب میدان جنگ میں ہوتے ہیں تو بستیوں سے جانور نہیں اٹھاتے بلکہ کھیتوں تک کو نہیں چھیڑتے اور جب گزرتے ہیں تو راستہ والوں کو بھی توشہ دیتے جاتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد راہ والے بھی ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

مسلمان رات کو یا تلوار تیز کرتے ہیں یا خدا کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں اور تیری فوج ظفر موج راستہ میں تباہیاں کرتی ہے شراب میں مست ہوتی ہے اور بدکاری کی خوگر؟

میدان جنگ میں تیرے لشکر کا ہر سپاہی یہ سوچتا ہے کہ دوسرا مر جائے اور میں بچ جاؤں۔

باطل کی سازش

تو جب تک مسلمان قوم میں یہ تینوں چیزیں رہیں گی وہ جیتتے اور جیتتے ہی جائیں گے اس عظیم ناکامی کے بعد انہوں نے مسلمانوں میں افتراق وانتشار برپا کر کے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی بنیاد رکھ دی۔

عبداللہ ابن سباء اسی سازش کا ثمرہ ہے اس کی تاریخ پڑھ لینا۔

اہل یورپ نے اس طرح آج سازش کی کہ اسلام کے خلاف لکھنے سے مسلمان اسلام نہیں چھوڑتا نہ اعتراض کرنے سے کیونکہ شروع شروع میں انہوں نے اعتراض کئے معجزات اور حدود پر، کافر ومشرک کے ابدالآباد جہنم میں رہنے پر بھی اعتراض کیا جن کے علماء نے دندان شکن جوابات دیئے۔

ان میں سرفہرست حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی پر ایک انگریز نے اعتراض کیا کہ اسلام کا ابدالآباد جہنم کا ضابطہ سراسر ظلم ہے یہ بھی بے گناہ کو سزا دینے کی طرح ظلم ہے۔ کیونکہ جس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا ہوگا اس کے شرک وکفر کی مقدار مقرر ہے کیونکہ نابالغی میں تو کوئی جرم نہ تھا۔ یہ حصہ عمر کا پاکیزہ تھا۔

ایک انگریز کا اعتراض اور حضرت نانوتویؒ کا جواب

حضرت نانوتویؒ نے جواب دیا کہ چور جب چوری کرتا ہے تو دنیا کی عدالتیں سزا میں چوری کا ٹائم نہیں دیکھتیں کہ وقت کم تھا تو سزا کم اور اگر زیادہ وقت لگا تو چوری کی سزا زیادہ، سزا کا مدار وقت کی کمی بیشی پر نہیں بلکہ مالیت کی کمی بیشی پر ہے،

ایسے ہی اللہ کی جس صفت کا انکار کیا اس کی قیمت دیکھیں گے کتنی ہے۔

مشرک اللہ کی صفات چوری کر کے دوسرے کو دیتا ہے تو کافر انکار کر دیتا ہے اور اللہ کی کسی بھی صفت کی مقدار یا انتہا نہیں ہے اس طرح ان کے مجرم کی سزا کی بھی کوئی حد نہیں ہے صفت کی مالیت بھی حد سے زیادہ ہے اس وجہ سے حد عذاب بھی کم نہ ہوگی

عیسائیت کی دنیا ہار گئی اور نانوتویؒ صاحب جیت گئے۔

باطل کی دوسری سازش

عیسائی دنیا نے یہاں سے منہ کی کھائی تو عیسائیوں نے اسلام کے حق میں کتابیں لکھیں اور بڑے تدبر سے تحریفات کیں۔

انگریزی دان طبقہ اشرفیہ قاسم العلوم یا دارالعلوم میں نہیں پڑھتا یہ ان کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ پھر نتیجہ یہ ہوا کہ غلام احمد قادیانی غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمن نے کتابیں لکھیں اور اسلام چونکہ وہاں سے نہیں پڑھا تھا جہاں سے پڑھنے کا حق تھا۔ بلکہ یورپ والوں سے پڑھا تھا تو ان کے مزاج کے مطابق سمجھے نتیجتاً ہمارا اور ان کا جھگڑا اچل پڑا۔

ایک بادشاہ کی شادی کا واقعہ

ایک بادشاہ نے دوسری شادی کا ارادہ کیا، بادشاہ کی بیوی اداس بیٹھی تھی۔

نوکرانی نے کہا کیا وجہ ہے اس نے کہا کہ اس بادشاہ کی بننے والی بیوی بڑی حسین و جمیل ہے وہ آئی تو میرا پتہ کٹا اور خانہ خراب ہوا۔

نوکرانی بڑی چالاک تھی کہا میں انتظام کردوں گی فکر نہ کرنا۔ اس وقت لڑکی کی تصویر بنا کر بھیجتے تھے، عورت کا فوٹو آ گیا نہایت خوب صورت تھی۔

بادشاہ کی بیوی نے گھبرا کر نوکرانی کو پکارا، نوکرانی نے وہ تصویر لے کر دوسری تصویر خود تیار کی جس میں آنکھوں سے کانی، ٹانگوں سے لنگڑی، سر سے گنجی، دانتوں سے موٹی، رنگ میں سیاہ، شکل انتہائی بدصورت دکھائی۔

بادشاہ نے تصویر دیکھ کر تیور چڑھائے اور اصل نہ ہونے پر تصویر غلط ہوگئی سچ کہا گیا ہے۔

ایک سے جب دو ہوئے پھر لطف یکتائی نہیں
اس لیے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

اصل سے خراب نہ ہوتا۔ تصویر نے کام بگاڑ دیا۔

بادشاہ نے بگوے ہوئے تیوروں سے کہا چلو نکاح تو کرلیں، خراب نہ ہو، اس طرح شادی ہوگئی بیوی نوبیاہتی کی ڈولی آگئی۔

بادشاہ سلامت فوٹو کے غلط تصور کی وجہ سے منہ چڑھائے تیور بگاڑے روٹھے گزارہ کررہے ہیں مگر نوبیاہتا دلہن سے کلام تلک نہیں کرتے، رات دن مسلسل گزر جاتے ہیں مگر حالت یوں ہی تھی

وہ عورت حسینہ تھی شکیلہ تھی مگر بادشاہ کو جب فوٹو دکھایا گیا تو محبت عداوت سے بدل گئی اور رغبت، نفرت سے۔

اہل یورپ نے اسلام کی غلط تصویر پیش کی

ایسے ہی یورپ کے دجالوں نے اسلام کا فوٹو ان انگریزی خوانوں کو بدصورت کرکے دکھایا۔

یہ نوجوان اسلام پڑھنے لگے یورپ میں مگر افسوس کہ انہوں نے قرآن ابن تیمیہ سے نہیں پڑھا۔ آج قرآن کے معنی کو بھی بدلا جارہا ہے، جس کی وجہ یورپ سے قرآن سمجھنے کی بنیادی غلطی ہے اور ان کے اسلام کے پیش کردہ غلط فوٹو کا نتیجہ ہے۔

حضور ﷺ قرآن مجید خود سمجھ جاتے تھے یا سمجھایا جاتا تھا۔ یہ سمجھ لیجیے قرآن کہہ رہا ہے۔

ترجمہ: آپ اپنی زبان کو جلدی پڑھنے میں حرکت نہ دیں۔ قرآن کو جمع کرنے اور پڑھانے کے ہم ذمہ دار ہیں پھر اس کو بیان کرنے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہے۔

مطلب یہ کہ آپ از خود جلدی جلدی قرآن پڑھنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اس کو جمع بھی آپ کے لوح قلب میں کریں گے اور پڑھائیں گے بھی پھر اس کو بیان کرنا اور آپ کو تشریح سمجھانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

بڑے سے بڑے آج کی دنیا کے فہیم وذکی طالب علم کو بھی دوبارہ پوچھنا پڑتا ہے مگر میں سوال کرتا ہوں کہ کسی نبی نے خصوصاً خاتم الانبیاء حضور اکرم ﷺ نے کبھی کسی موقع پر جبرئیل امین سے کہا کہ کل کی وحی یاد نہیں دوبارہ بتلادو۔

گمراہی سے حفاظت کا ذریعہ

خلاصہ یہ کہ ضلالت وگمراہی سے حفاظت کا ذریعہ قرآن اور سنت حضور ﷺ نے قرار دیا ہے۔ یہ خوب سمجھ لو کہ قرآن تب سمجھ میں آئے گا جب حضور ﷺ کا عمل محفوظ ہو جس کا نام سنت رسول ﷺ ہے اگر یہ محفوظ نہیں تو قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا۔

دوسرا یہ سنت رسول ﷺ کو سمجھنے کے لیے آج تک کے بزرگوں تلک کے تسلسل اور کڑی در کڑی آنے والے سلسلہ کو محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک کے علماء حق اور بزرگوں کا سلسلہ محفوظ نہ رہا تو ہم گمراہ ہو جائیں گے اس کی بھی فکر کرلو اور اس سلسلہ کی بقاء سنت رسول ﷺ کی بقا اور سنت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت قرآن سمجھنے کا نہایت معتمد ذریعہ ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی

اسلامی علوم کے ابتدائی مراکز ومقامات اور قیام مدارس کا سرسری جائزہ

{از}

حضرت اقدس مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

یہ حضرت کا کوئی مستقل خطاب نہیں ہے بلکہ حضرت کی ایک جامع تصنیف "خیر القرون کی درسگاہیں" کا ایک مضمون ہے جس میں دور نبوت اور عہد سلف میں تعلیم کا طریقۂ کار اور تعلیمی سرگرمیوں کا ذکر جو یقینا علماء کے لیے بے حد مفید ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ہجرت عامہ کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں مرکزی درسگاہ قائم ہوئی۔ جس میں سید المعلمین رسول اللہ ﷺ تعلیم دیتے تھے، نیز حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبادہ ابن صامت ؓ وغیرہ اس درسگاہ کے معلم ومقری تھے۔

یہاں کے طلبہ اپنے گھروں میں بچوں اور عورتوں کو تعلیم دیتے تھے اور چند دنوں میں پورا شہر مدینہ ''دار العلم'' بن گیا، اس کے گلی کوچے قرآن کی آواز سے گونجنے لگے، مختلف علاقوں سے قبائل اور وفود مدینہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ قراء صحابہ کو معلم بنا کر قبائل میں روانہ فرماتے تھے۔

پیراگراف بیان حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى . . . اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

مکی زندگی میں تعلیم کا طریقہ کار

عہد نبوی میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل چکا تھا، خاص طور سے فتح مکہ کے بعد عرب کے تمام قبائل اسلام میں داخل ہو کر قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گئے تھے، اور ہر قبیلہ اور ہر بستی میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔

مکہ مکرمہ میں حالات کی ناسازگاری کے باوجود کسی نہ کسی طرح قرآن کی تعلیم جاری تھی، اس پورے دور میں کوئی باقاعدہ درس گاہ نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کو تعلیم دیتے تھے، موسم حج اور دیگر مواقع پر لوگوں کو قرآن سناتے تھے۔

اس دور میں مسجد ابو بکر صدیق ؓ، دارارقم، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درسگاہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

مکی درسگاہ کے فضلاء اور ان کی تعلیمی خدمات

اس کے باوجود مکی دور میں متعدد قراء و معلمین پیدا ہوئے جنہوں نے دوسروں کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی۔ حضرت خباب بن ارت مکہ میں بیت فاطمہ بنت

خطاب میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ہجرت عامہ سے پہلے قباء میں حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم وعمرو بن قیس امّی نقیع الخضمات میں، اور حضرت رافع بن مالک زرقی مسجد بنی زریق میں تعلیمی خدمت انجام دیتے تھے ، یہ سب مکہ کے فضلاء و فارغین ہیں، ان کے اصحاب وتلامذہ مدینہ منورہ کی مسجدوں میں امامت اور تعلیم کی خدمت انجام دیتے تھے۔

شہر مدینہ دار العلم بن گیا

ہجرت عامہ کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں مرکزی درسگاہ قائم ہوئی جس میں سید المعلمین رسول اللہ ﷺ تعلیم دیتے تھے۔ نیز حضرت ابو بکر صدیق ؓ، حضرت اُبی بن کعب ؓ، حضرت عبادہ بن صامت ؓ وغیرہ اس درسگاہ کے معلم ومقری تھے۔ یہاں تک کہ طلبا اپنے گھروں میں بچوں اور عورتوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اور چند دنوں میں پورا شہر مدینہ دار العلم بن گیا۔ اس کے گلی کوچے قرآن کی آواز سے گونجنے لگے۔ مختلف علاقوں سے قبائل اور وفود مدینہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔

تعلیم کا ایک وسیع سلسلہ

رسول اللہ ﷺ قراء صحابہ کو معلم بنا کر قبائل میں روانہ فرماتے تھے، درسگاہِ نبوی ﷺ سے تعلیم حاصل کر کے قبائل کے رئیس وترجمان اپنے یہاں تعلیم دیتے تھے۔ اس دور میں مکہ اور مدینہ کے بعد یمن کے مختلف علاقوں اور بستیوں میں تعلیم وتعلّم کی سرگرمی زیادہ تھی

۔

رسول اللہ ﷺ کے اُمراء وعمال، قرآن، سنت، فرائض، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کی تعلیم اپنے اپنے حلقوں میں دیتے تھے، خاص طور سے مکہ میں فتح مکہ کے بعد

حضرت معاذ بن جبل ﷺ، طائف میں حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی ﷺ، عمان میں حضرت ابوزید انصاری ﷺ، نجران میں حضرت خالد بن ولید ﷺ، یمن میں حضرت علی ﷺ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح ﷺ، مقام جند میں حضرت معاذ بن جبل ﷺ اس خدمت پر مامور تھے۔

امراء وعمال معلم وامام بھی تھے

ان حضرات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے جن امراء وعمال کو عرب کے مختلف مقامات پر مقرر فرمایا تھا، وہ اپنے اپنے مقام کے معلم وامام تھے۔ اور مسلمانوں کے جملہ دینی امور ان کے سپرد تھے، وہی حضرات اس منصب پر رکھے جاتے تھے جو قرآن، سنت، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کے عالم ہوتے تھے، اور ان باتوں کی تعلیم دیتے تھے۔ تعلیمی اسفار ورحلات کا سلسلہ بھی جاری تھا، اور دور دراز کے وفود وافراد خدمت نبوی میں آتے تھے، وفد عبدالقیس کے ارکان نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ ہم لوگ بہت دور سے مشقت برداشت کرتے ہوئے آئے ہیں، راستہ میں کفار مضر کے قبائل ہیں۔ اس لیے صرف شہر حرام میں ہم آپ کے پاس آسکتے ہیں۔ حضرت عقبہ بن حارث صرف ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لیے خدمت نبوی میں مدینہ آئے۔

طلبہ کے قیام وطعام کی کوئی مستقل صورت نہ تھی

ابتداء میں طلبہ کے قیام وطعام کی کوئی ضرورت نہیں تھی مکہ مکرمہ میں دارارقم میں مقیم صحابہ کا رسول اللہ ﷺ نے مستطیع صحابہ کے یہاں کھانے کا انتظام فرمایا تھا جس کو جاگیر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ قباء میں سعد بن خیثمہ کا خالی مکان بیت العزاب (دارالطلبہ) تھا، اصحاب صفہ مسجد نبوی ﷺ میں قیام کرتے تھے، اصحاب صفہ کے خوردو

نوش کا انتظام انصارِ مدینہ اور رسول اللہ ﷺ کے یہاں بطورِ جاگیر کے تھا اور بیرونی حضرات کے لیے خصوصی دعوت و مدارات کا انتظام تھا۔

دورِ نبوت میں قرآن کی تعلیم عام طور پر زبانی ہوتی تھی

قرآن کی تعلیم عام طور پر زبانی ہوتی تھی، مصاحف کا انتظام نہیں تھا، یوں بھی عرب میں کتابت کا رواج بہت کم تھا، اس کے باوجود کتابتِ وحی کے ساتھ بعض سورتیں تحریری شکل میں پائی جاتی تھیں، مکہ مکرمہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب میں صحیفہ کا ذکر ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قرآن کی تعلیم کے ساتھ کتابت بھی سکھاتے تھے۔ نیز بدر کے قیدیوں کے ذریعہ کتابت کی تعلیم ہوئی، اور صحابہ میں لکھنے کا رواج ہوا، مصاحف لکھے گئے اور بعض صحابہ مجلس نبوی ﷺ میں احادیث بھی لکھا کرتے تھے۔ اس کے باوجود عموماً قرآن کی تعلیم زبانی ہوتی تھی۔ خاص خاص حضرات پورے قرآن کے حافظ و قاری تھے جب کہ عام صحابہ بقدرِ ضرورت چند سورتیں یاد کرلیتے تھے۔

اساسی مرکز مدینہ منورہ اور علاقوں میں دیگر مراکز کا قیام

عہد صحابہ و تابعین میں اسلامی فتوحات ہوئیں، عالم اسلام کا رقبہ وسیع ہوا، اور جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر ممالک میں تعلیم و تعلم کی سرگرمی جاری ہوئی، اس دور میں بھی دینی علوم کا مرکز مدینہ منورہ تھا۔ جہاں کثیر تعداد میں صحابہ موجود تھے۔ یہیں سب سے زیادہ علم دین کا چرچا تھا اور یہی مرجع تھا، اس کے بعد مکہ مکرمہ دوسرا مرکز تھا۔ اس زمانہ میں عراق کے دونوں شہر کوفہ اور بصرہ اسلامی علوم کے اہم ترین مرکز تھے، جہاں کثیر تعداد میں صحابہ اور تابعین موجود تھے۔ خاص طور سے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ،

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ وغیرہ کی وجہ سے تعلیمی سرگرمی بہت زیادہ تھی، یہاں تقریباً پانچ سو اہل روایت تابعین موجود تھے۔ اس کے بعد بصرہ کتاب وسنت اور تفقہ فی الدین کا مرکز تھا اور حضرات صحابہ کے علاوہ تقریباً دو سو اہل روایت تابعین آباد تھے۔

شام ومصر میں بنوامیہ کی تعلیمی سرگرمیاں

اس کے بعد شام ومصر کا درجہ تھا، خاص طور سے بنوامیہ کے دور میں یہاں علمی و تعلیمی سرگرمی بہت زیادہ تھی، اور اجلۂ صحابہ وتابعین تعلیم وتعلم میں مصروف تھے، اس زمانہ میں یمن اور اس کے مخالیف واضلاع اس میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے، صنعاء جند، رمع، زبید، وغیرہ مرکز تھے، حضرت فردہ بن مسیک نے یہاں اشاعت اسلام اور دینی تعلیم میں شاندار خدمات انجام دیں، تابعین میں وہب بن منبہ، ہمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، معمر بن راشد وغیرہ مرجع تھے۔

مشرقی عالم اسلام اور خراسان وغیرہ میں صحابہ تابعین کی تعداد کم تھی اس لیے اس دور میں مذکورہ بالا مقامات کے مقابلہ میں یہاں تعلیم وتعلم کا رواج کم تھا، اسی طرح افریقہ میں اس کی کمی تھی۔

دورِ فاروقی میں مکاتب کا قیام اور دینی علوم کی اشاعت

عہد صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیم وتعلم پر خاص توجہ فرمائی، خود سنن جمع کرنے کا ارادہ کیا مگر اس خیال سے جمع نہیں کیا کہ کہیں اگلی امتوں کی طرح یہ امت بھی کتاب اللہ سے غافل نہ ہو جائے، شام، کوفہ، بصرہ اور مختلف شہروں میں علمائے صحابہ کو تعلیم کے لیے روانہ کیا، بچوں کی تعلیم کے لیے مکاتب جاری کیے، قرآن کی کتابت

کرائی، اور کثیر تعداد میں مصاحف تیار کرا کر عالم اسلام میں بھیجے، قرآن یاد کرنے والوں کو انعام اور وظیفہ سے نوازا اور ان کی توجہ اور کوشش سے عالم اسلام کا ہر شہر و قریہ دار العلم بن گیا تھا، حضرت عمرؓ کی خصوصیات میں دینی علوم کی اشاعت اہم درجہ رکھتی ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ اور احادیث و سنن کے جمع و تدوین اور ان کی تعلیم کا اہتمام کیا، اور پورے عالم اسلام میں کتب حدیث وفقہ کی تدوین و تالیف کی ابتداء ہوئی، شہروں میں معلمین روانہ کیے۔

دوسری صدی تک اسلامی علوم کے مشہور مراکز

دوسری صدی تک اسلامی علوم کے مشہور مرکز یہ مقامات تھے، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، طائف، کوفہ، بصرہ، یمن، شام، مصر، جواصم، جزیرہ، موصل، یمامہ، بحرین، واسط ---- انبار، مدائن، خراسان، رے، قم، طبقات کے قدیم مورخ، خلیفہ بن خیاط اور محمد بن سعد نے ان بلاد و امصار کے علماء و فقہاء و محدثین اور ان کی تعلیمی و علمی سرگرمی کا تذکرہ کیا ہے۔

اس دور میں تعلیمی و علمی اسفار و رحلات کا عام رواج ہو گیا تھا، تابعین کے شاگرد مدینہ کا سفر کر کے اپنے استادوں کے استاد یعنی صحابہ سے براہِ راست احادیث کا سماع کرتے تھے، سند عالی کا حصول بھی علمی سفر کا باعث تھا، تابعین اور تبع تابعین میں حصول علم کے لیے اسفار کا ذوق زیادہ تھا، صحابہ کے وجود کی برکت سے دنیا خالی ہو رہی تھی، ان کے تلامذہ ان کے علوم کے وارث و امین تھے، اور اہل علم ان سے حصول علم کو غنیمت سمجھتے تھے، حضرت ابو سعید خدریؓ نے ایک مرتبہ تابعین کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔

حَتّٰی لَوْکَانَ اَحَدُھُمْ مِنْ وَرَاءِ الْبَحْرِ لَرَکِبُوْا اِلَیْهِ یَتَفَقَّهُوْنَ مِنْهُ۔

[مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۲۲۲]

یہاں تک کہ اگر تابعین میں سے کوئی شخص سمندر پار ہوگا تو لوگ اس کے یہاں

جا کر تفقہ فی الدین کی تعلیم حاصل کریں گے۔

زبان رسالت سے تعلیمی اسفار کی پیشین گوئی

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس لوگ علم دین حاصل کرنے آئیں گے تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ زبان رسالت سے علمی و تعلیمی اسفار کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

عہد نبوی ﷺ سے مسجدوں میں تعلیمی حلقات و مجالس قائم کی جاتی تھیں، بعض حضرات اپنے مکانوں پر تعلیم دیتے تھے، بعد میں اسی سنت کے مطابق علمائے اسلام نے مسجدوں کو تعلیم و تعلم کا مرکز بنایا، اور دو تین صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس درمیان میں تعلیم کے لیے یا طلبہ کے لیے کسی مستقل عمارت کا پتہ نہیں چلتا ہے، البتہ عباد و زہاد کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کے لیے عمارت و کفالت کے بعض واقعات خلافت راشدہ میں ملتے ہیں۔

علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں ابونعیم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت زید بن صوحان بن صبرہ متوفی ۳۶ھ نے جو خود بھی عابد و زاہد اور بصرہ کے سید التابعین تھے، اہل بصرہ کے کچھ بزرگوں کو دیکھا کہ نہ وہ تجارت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ذریعہ معاش ہے، وہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں تو ان کے لیے مکانات بنوائے اور ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔

ابو جعفر منصور عباسی نے حکماء و فلاسفہ کے لیے بیت الحکمۃ قائم کر کے ان کے قیام اور وظیفہ کا انتظام کیا۔ ایک قریشی باذوق عالم عبد الحکم بن عمرو بن صفوان نے اپنے اخوان و احباب کے لیے ایک مکان بنایا جس میں آلات لہو و لعب کے ساتھ کتب العلم کو بھی جمع کیا تھا۔ [جمہرۃ انساب العرب ص ۱۶۰]

تین چار صدیوں تک مساجد میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ چلا

خلیفہ معتضد باللہ متوفی ۲۸۹ھ نے حکماء وفلاسفہ کے لیے عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی، بغداد کے علاقہ شماسیہ میں شاہی محل کے لیے زمین کی پیمائش کرائی تو ضرورت سے زیادہ زمین کی پیمائش کرائی جس میں بہت بڑی شاندار عمارت اور اس میں نظریاتی اور عقلی علوم وفنون کے لیے کمرے تعمیر کرائے اور ہر کمرہ میں علوم عقلیہ ونظریہ کے نامور اساتذہ کو رکھ کر ان کا سالانہ خطیر وظیفہ مقرر کیا، تاکہ جو شخص جس فن کے ماہر سے تعلیم حاصل کرنا چاہے آسانی سے حاصل کر سکے، مگر اس وقت تک فقہاء، محدثین اور اصحاب روایت نے مسجد ہی کو درس گاہ بنائے رکھا، نہ انھوں نے اس کے لیے الگ سے کوئی عمارت بنائی، اور نہ کسی خلیفہ اور امیر نے اس کی طرف توجہ کی۔

تیسری صدی میں جامع قرویین کی بنیاد

البتہ مغرب اقصیٰ میں دو بہنوں نے شاندار جوامع بنا کر ان کے اردگرد طلبہ کے قیام کیلیے حجرے تعمیر کرائے۔ تیسری صدی میں دینی درس گاہ کے سلسلہ میں یہ پہلا قدم تھا، مغرب کے شہر فاس کی فقیہ ومفتیہ حضرت امّ البنین فاطمہ بنت محمد عبداللہ فہری نے یکم رمضان ۲۴۵ھ میں جامع قرویین کی بنیاد رکھی، اس کے لیے اپنے پاک موروثی مال سے قبیلہ ہوارہ میں زمین خریدی، اپنی زمین سے پتھر نکلوایا اور مسجد کے اردگرد دینی علوم کے طالب علموں کے لیے حجرے اور کمرے تعمیر کرائے جامع قرویین میں آج تک دینی تعلیم جاری ہے اور اس کا شمار مغرب کے قدیم ترین جامعات میں ہوتا ہے۔

ان کی بہن حضرت مریم بنت محمد عبداللہ فہری نے بھی اسی سال ۲۴۵ھ میں جامع الاندلس کی بنیاد شہر فاس میں رکھی اور اس کے اطراف میں طلبہ کے قیام کے لیے حجرے

تعمیر کرائے، فاس کے سلطان ادریس بن ادریس نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو مشرقی فاس میں آباد کیا تھا، اسی علاقہ میں مریم بنت محمد نے مسجد تعمیر کر کے اس کا نام جامع الاندلس رکھا تھا۔ [حاضر العالم الاسلامی]

چوتھی صدی میں جامع ازہر کی تعمیر

اس کے بعد ۳۶۱ھ میں قاہرہ میں جامع ازہر کی تعمیر ہوئی جس میں طلبہ کے لیے رواق تعمیر کیے گئے، مسجدوں سے متعلق طلبہ کے قیام کے لیے کمرے تو تعمیر ہوئے مگر تعلیم مسجدوں ہی میں ہوتی تھی، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ طلبہ کے خورد ونوش اور دیگر ضروریات کا کیا انتظام تھا۔ وہ خود اس کا انتظام کرتے تھے یا ان کی کفالت کی کوئی صورت تھی بغداد وقاہرہ اور دوسرے بڑے اسلامی شہروں میں تیسری اور چوتھی صدی تک مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے۔

مساجد میں بڑی تعداد میں تعلیمی حلقے

خطیب بغدادمتوفی ۴۶۳ھ بغداد کی جامع منصور میں اپنی مجلس درس قائم کرتے تھے، مراودی مسلک کے مشہور امام و عالم ابراہیم بن محمد نفطویہ متوفی ۳۲۳ھ نے جامع منصور کے ایک ستون کے پاس پچاس سال تک درس دیا اور جگہ نہیں بدلی۔

شافعی مسلک کے عالم ابو حامد احمد بن محمد اسفرائنی متوفی ۴۰۶ھ بغداد میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ جس میں تین سو سے سات سو تک فقہا و علماء شریک ہوتے تھے، مقدسی بشاری کا بیان ہے کہ جامع ازہر میں عشاء کے بعد ایک سو دس علمی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔

مدرسوں کی تعمیر کے بعد بھی مسجدوں میں دینی تعلیم کی افادیت زیادہ تھی، اس میں

اتباع سنت کے ساتھ عام مسلمانوں کے لیے بھی علمی و دینی فائدہ تھا۔ علامہ ابن الحاج المدخل میں لکھتے ہیں۔

اَخْذُ الدَّرْسِ فِي الْمَسْجِدِ اَفْضَلُ لِاَجْلِ كَثْرَةِ الْاِنْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ لِمَنْ قَصَدَهٗ وَمَنْ لَمْ يَقْصِدْهُ . بِخِلَافِ الْمَدْرَسَةِ فَاِنَّهٗ لَايَاتِيْ اِلَيْهَا اِلَّامَنْ قَصَدَ الْعِلْمَ وَالْاِسْتِفْتَاءَ فَاَخْذُهٗ فِي الْمَدْرَسَةِ اَقَلُّ رُتْبَةً فِي الْاِنْتِشَارِ مِنْهُ فِي الْمَسْجِدِ۔ [المدخل ج ۱ ص ۲۰۲]

مسجد میں درس لینا افضل ہے کیونکہ اس میں طلب علم کا قصد کرنے والے اور نہ قصد کرنے والے دونوں کے حق میں زیادہ فائدہ ہے بخلاف مدرسہ کے کہ وہاں صرف علم کا طالب یا استفتاء کرنے والا ہی آئے گا۔ اس لیے مسجد کے بجائے مدرسہ میں تحصیل علم سے اس کی اشاعت کم ہوگی۔

اسی لیے مدرسوں کی تعمیر کے بعد بھی مسجدوں میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا بلکہ آج تک جاری ہے۔

اسلام میں موجودہ طرز کے مدارس کی ابتدا

موجودہ طرز کے مدارس کی ابتداء کے بارے میں علامہ مقریزی نے بیان کیا ہے۔

اِنَّ الْمَدَارِسَ مِمَّا حَدَثَ فِي الْاِسْلَامِ وَلَمْ تَكُنْ تُعْرَفُ فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا التَّابِعِيْنَ وَاِنَّمَا حَدَثَ عَمَلُهَا بَعْدَ الْاَرْبَعِ مِئَةٍ مِنْ سِنِي الْهِجْرَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ حَفِظَ عَنْهُ اَنَّهٗ بَنٰى فِي الْاِسْلَامِ اَهْلُ نَيْسَابُوْرِ فَبُنِيَتِ الْمَدْرَسَةُ الْبَيْهَقِيَّةُ [کتاب الخطط والآثار]

مدارس اسلام میں بعد میں بنائے گئے ہیں، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں ان کا پتہ نہیں چلتا ہے، ان کی تعمیر چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوئی ہے، اور اہل نیساپور نے

سب سے پہلے مدرسہ بنایا اور مدرسہ بیہقیہ کی تعمیر کی گئی۔

ہمارے نزدیک چوتھی صدی کے بعد نہیں بلکہ چوتھی صدی کے اندر نیسا پور کے شافعی فقہاء وعلماء نے مدرسوں کو تعمیر کیا ہے۔ عام طور سے مشہور ہے کہ وزیر نظام الملک طوسی متوفی ۴۸۵ھ نے مدارس کی بنیاد ڈالی۔ حالانکہ امام تاج الدین سبکی کی تصریح کے مطابق وزیر موصوف کی ولادت سے پہلے کئی مدارس تعمیر ہو چکے تھے۔ صرف نیسا پور میں چار مدرسے جاری ہو چکے تھے۔ پہلا مدرسہ بیہقیہ، دوسرا مدرسہ سعدیہ، جس کو امیر نصر بن سبکتگین سلطان محمود غزنوی کے بھائی نے نیسا پور کی امارت کے دور میں تعمیر کیا تھا، تیسرا مدرسہ جس کو نیسا پور میں ابو سعد اسمٰعیل بن علی بن مثنی استر آبادی واعظ صوفی متوفی ۴۴۰ھ نے قائم کیا تھا، چوتھا مدرسہ نیسا پور میں استاد ابو اسحاق اسفرائنی کے لیے بنایا گیا، بقول حاکم مدرسہ ابو اسحاق سے پہلے نیسا پور میں ایسا شاندار مدرسہ تعمیر نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد امام سبکی نے لکھا ہے کہ میں نے غور وفکر کیا تو ظن غالب ہوا کہ سب سے پہلے نظام الملک نے طلبہ کے لیے معالیم اور وظائف مقرر کیے ہیں۔　[طبقات الشافعیہ الکبری ج ۴ ص ۳۱۴]

نیسا پور میں شافعی علماء کے کئی مدرسے

مذکورہ مدرسوں کے علاوہ اس زمانہ میں نیسا پور وغیرہ میں شافعی علماء وفقہاء کے کئی مدرسے جاری تھے، قاضی ابوبکر محمد بن احمد بن علی بن شاہویہ فارسی متوفی ۳۶۱ھ مدرسہ ابو حفص الفقیہ میں درس دیتے تھے۔ فقیہ ابو الحسن محمد بن شعیب بیہقی متوفی ۳۲۴ھ نیسا پور کے مدرسہ شوافع کے مدرس تھے۔ فقیہ ابو طاہر محمد بن علی بن محمد بن بویہ زراد مرو الروز کے مقام پنج دہ میں مدرسہ مرست میں درس دیتے تھے۔

امام ابو المظفر منصور بن محمد سمعانی تبدیل مسلک کر کے حنفی سے شافعی ہو گئے اور

مرو کے مدرسہ اصحاب شافعی میں رکھے گئے۔ فقیہ ابوالمعانی شعیب بن عثمان رحبی بغداد کے مدرسہ تاجیہ میں پڑھاتے تھے۔ اس مدرسہ کو تاج الملک مرزبان بن خسرو وزیر ملک شاہ سلجوقی نے تعمیر کیا تھا۔ استاذ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری زین الاسلام نیساپوری کا ذاتی اور خاندانی مدرسہ تھا۔ جس میں خاندان کے علماء و مشائخ دفن کیے جاتے تھے۔

نظام الملک طوسی نے کئی مدارس قائم کیے اسکی ابتداء اسطرح ہوئی

وزیر نظام الملک طوسی سے پہلے نیساپور وغیرہ میں علماء وفقہاء نے متعدد مدارس تعمیر کیے، ان میں سے چند مدرسوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ وزیر موصوف نے اپنے دور وزارت میں مشرقی عالم اسلام کے ہر بڑے شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور طلبہ کے وظیفہ اور قیام وطعام کا انتظام کیا، اس کار خیر کی ابتداء کے بارے میں زکریا بن محمد قزوینی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان الپ ارسلان متوفی ۴۶۵ھ نیساپور گیا اور ایک مسجد کے پاس سے گذرتے ہوئے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر فقہاء (طلبہ) کی ایک جماعت پھٹے پرانے کپڑوں میں موجود ہے، ان لوگوں نے نہ سلطان کا استقبال کیا اور نہ ان کے لیے دُعا کی۔

سلطان الپ ارسلان نے نظام الملک سے ان کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ طلبہ علم ہیں، یہ لوگ بہت اعلیٰ واشرف مزاج کے ہیں، ان کو دنیا سے کوئی مطلب نہیں ہے ان کی حالت ان کے فقر و محتاجی کی شہادت دیتی ہے۔

جب وزیر نظام الملک نے محسوس کیا کہ سلطان کا دل ان لوگوں کے بارے میں نرم ہوگیا ہے تو کہا کہ اگر سلطان اجازت دے تو میں ان لوگوں کے لیے کوئی عمارت بنا کر ان کا وظیفہ جاری کردوں تا کہ وہ طلب علم میں مشغول رہ کر سلطان کو دُعا دیتے رہیں۔

سلطان نے اس کی اجازت دے دی اور نظام الملک نے پورے قلمرو میں مدارس کی بناء کا حکم دیا اور یہ کہ سلطان کی جو دولت وزیر نظام الملک کے لیے مختص ہے۔ اس کو مدارس کی تعمیر میں خرچ کیا جائے۔ [آثار البلاد واخبار العباد]

اس کے بعد نظام الملک نے بغداد، بلخ، نیساپور، ہرات، اصفہان، بصرہ، مرو، آمل طبرستان، موصل اور عراق وخراسان کے ہر شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور یہ سب مدرسہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تعمیر ذوالحجہ ۴۵۷ھ میں شروع ہوئی اور شنبہ دس ذوالقعدہ ۴۵۹ھ میں اس کا افتتاح ہوا۔

مشرقی عالم اسلام کے سلاطین، امراء ووزراء کی تعلیمی وتعمیری سرگرمیاں

اس کے بعد پورے مشرقی عالم اسلام کے سلاطین، وزراء اور امراء نے اپنے اپنے علاقہ میں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کو تعمیر کر کے علماء، فقہاء، محدثین اور مشائخ کو جمع کیا اور ان کے وظائف مقرر کئے، اس بارے میں ہر صاحب اقتدار دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا تھا، اور اہل علم میں مخلصین کی ایک جماعت ماتم کر رہی تھی کہ اب علم اور اہل علم سلاطین وامراء کے رہین منت ہو رہے ہیں، اور علم دین پر ارباب دنیا کا سایہ پڑ رہا ہے، اس میں شک نہیں کہ مدارس کے قیام وانتظام کے نتیجہ میں تعلیم وتعلم کی فضا میں خوشگوار انقلاب پیدا ہوا ہے، حالات اور ضرورت کے مطابق دینی نصاب میں دنیاوی علوم وفنون داخل کئے گئے اور طلباء ومدرسین غم روزگار سے آزاد ہو کر تعلیم وتعلم میں منہمک ہوئے جس زمانہ میں فقہاء مدرسوں کی چہار دیواری میں تعلیم وتعلم میں سرگرم تھے محدثین مسجدوں کی فضاء سے نکل کر میدانوں اور عام مقامات میں حدیث کے املاء کی مجلسیں قائم کرتے تھے، اور ہزاروں لاکھوں طلبہ حدیث جمع ہو کر ان سے حدیث سنتے اور لکھتے تھے، املاء کرانے والے محدثین کے کئی کئی مستملی ہوتے تھے

جو ان کی آواز کو مجمع تک پہنچاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تعلیم وتعلّم کے اس سلسلہ کو قیامت تک جاری وساری رکھے، اور ذریعہ کے طور پر ہمیں قبول فرمائے، اور اخلاص کی دولت عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان---------- (۴۶)

آواز دے رہا ہے ہمیں راہبر کہاں
منزل کہاں ، غبار سر رہ گذر کہاں

{افادات}

حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

خالق برتر رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب بھی ہمارے یہاں ہر قسم کے باکمال حضرات موجود ہیں کہ دیگر اقوام اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔

مگر.......... باہمی نفاق، خودرائی وخود پرستی نخوت وغرور، خودغرضی و خودستائی.......... نے ہمارے اندر ایسا گھر کرلیا ہے کہ اپنے گھر کی دولت سے صحیح نفع نہیں اُٹھا سکتے۔

نتیجہ شاہد ہے.......... کہ عزت کی جگہ ذلت.......... محبت کی جگہ نفرت.......... ہمدردی کی جگہ ہمہ دردی.......... قوت کی جگہ ضعف.......... ......اعتماد کی جگہ بےاعتمادی اور بےاعتقادی نے.......... لے لی۔

پیریگراف از افادات حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی... اَمَّا بَعْدُ!
خطبہ مسنونہ کے بعد!

علماء کا مقام

آپ حضرات کی عظمت ذات وصفات وہ ہے کہ فرشتے بھی آپ کی مجلسوں میں حضوری کے لیے متلاشی اور جویا رہتے ہیں اور حاضر ہو کر اپنے جسموں کو آپ کے مقدس جسموں کے ساتھ حصول برکت کے لیے مماس کرتے ہیں۔

جمادات وحیوانات کو بھی آپ جیسی پاکیزہ ہستیوں سے خاص محبت وتعلق ہے، آپ ہی جیسے علماء ربانی کے لیے جمادات، ٹیلے اور پہاڑ نیز پرندے ہوا پر، چرندے صحرا میں، مچھلیاں پانی میں، حیوانات زمین پر دعائے مغفرت ورحمت کرتے رہتے ہیں ہ آپ ہی وہ ظل سبحانی ہیں کہ بارشاد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
نَظْرَۃٌ اِلَی الْعَالِمِ اَحَبُّ
اِلَیَّ مِنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ صِیَامِھَا وَقِیَامِھَا۔

یعنی جن کی طرف ایک نظر کرنے پر ایک برس کے روزہ اور شب بیداریوں سے زیادہ پسندیدہ خاطر عاطر نبی ﷺ ہے۔

یہ جگمگاہٹ وراثت میں ملی ہے

یہ مبارک چہرے جن کی مبارک صورتوں پر ''اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہ'' کا جلوہ چمک رہا ہے، اسی خلوص وللٰہیت اور اتباع سنت کی وہ لطیف جگمگاہٹ و برکت ہے، جو اپنے اکابر ومشائخ سے وراثت میں ملی ہے کہ جن کی فنا وبقاء اور تسلیم ورضا کا سکہ دنیا مان چکی ہے۔

اس بندہ ناکارہ اور احباب ومتعلقین نیز آپ مقدس حضرات کو اپنے اکابر عاملین شرع متین، متبعین سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نقش قدم پر زیادہ سے زیادہ مدام توفیق ارزانی فرمائیں۔

■

حضرات یہ سب کچھ اس خلوص واتباع کی سنت کی برکت ہے کہ جو آں محترم حضرات کو مشعل نور محمدی کی ان روشن شمعوں سے جو بواسطہ قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت قاسم الاسلام حجۃ اللہ فی الارض مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ومحدث وقت حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی ومولانا خلیل احمد صاحب اور شیخ العرب والعجم اعلی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نوراللہ مرقدھم سے منور کی گئی ہیں ---------- وراثت میں نصیب ہوئی ہے۔

سرزمین جلال آباد کو آپ کے نشان قدم پر ناز ہے

مقدس حضرات آپ کے قدموں کی برکت اور ''سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ'' [سورۂ فتح ۲۹] کے آثار انوار رحمت سے یہ زمین جلال آباد جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔ یہی وہ مبارک قدم ہیں کہ زمین کو ان کے نشان قدم پر ناز رہتا ہے، جیسا کہ روئے زمین کو آسمان پر فخر دو جہاں سرور عالمیاں ﷺ کے اپنے اوپر ہونے میں فخر ہے۔

آپ ﷺ جیسا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر آسمان پر کہاں ہے

وہ بقعہ مس جسم اطہر عرش سے بھی کہیں ہے بڑھ کر
پھر کیوں نہ کرے زمیں بھی ناز اس حسین مہ جبیں پر

خلافت ارضی کی تشریح

حضرات! اس دنیائے انسانی کا آغاز آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا، اس کا اعزاز اور کرامت و بزرگی بارشاد ربانی

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِاٰدَمَ [سورہ بقرہ: ۳۴]

اس کے مسجود ملائکہ ہونے سے اظہر من الشمس بات ہے،
اسی شان کی خاطر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ارض وسماں
آفتاب و مہتاب
تارے، شجر، حجر
آگ، پانی
مٹی، ہوا
سونا، چاندی
زمرد، یاقوت
ہیرے و جواہرات
موتی اور لعل
حیوانات و نباتات
اور جمادات، بر و بحر
سب کو اسی انسان کی ضرورت و راحت اور نفع و غلامی کے لیے پیدا فرمایا، اور اس

درجہ نوازا۔۔۔۔۔۔۔بڑھایا۔۔۔۔۔۔۔چڑھایا۔۔۔۔۔۔۔اور رتبہ بخشا

۔۔۔۔۔۔کہ۔۔۔۔انی جاعل فی الارض خلیفۃ [سورہ بقرہ آیت ۳۰]

انسان عالم صغیر ہے

اس کی شان میں ارشاد ہوا۔۔۔۔۔۔کہ اپنا خلیفہ کہا اور کہلوایا اور بتعلیم الٰہی۔۔۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا [سورہ بقرہ:۳۱]

بشرف علم اشرف المخلوقات کے ساتھ ملقب ہوا تھا کہ جو کچھ تمام عالم کبیر کے اندر ہے۔۔۔۔وہ سب اس انسان کے اندر ودیعت فرمایا۔۔۔اسی لیے اس کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

روح اس کے اندر بادشاہ ہے۔۔۔۔۔عقل اس کی وزیر، حسد، بغض، مہر، رحم، حیا اور حلم۔۔۔۔اس کے بھلے برے سپاہی، دماغ اس کا آسمان۔۔۔۔آنکھ، کان، منہ ستارے۔۔۔۔بال نباتات۔۔۔۔ناخن جمادات۔۔۔۔پسلیاں پہاڑ۔۔۔۔رگیں نہر۔۔۔۔بخار کا ہونا گرمی۔۔۔۔۔جاڑے کا آنا سردی۔۔۔۔پسینہ ٹپکنا بارش۔

صفات رذیلہ نفس شیطنت۔۔۔۔اور صفات فاضلہ قلب ملکوتیت، قوت غضبیہ شہویہ بہیمیت ہے۔۔۔۔دماغ لوح محفوظ کی مانند اور وجود علم ارادۃ قدرت، سمع بصر صفات امتیازی ظل الٰہی اس کے اندر جمع فرمائے گئے۔

ان کمالات وصفات اور خوبیوں بھرا پتلہ خاکی ایسی جامعیت والا منظور الٰہی علم ازلی میں تھا، اس لیے اس سے قبل سب کچھ اس کے لیے مہیا فرما کر اس کو عالم میں لایا گیا، اور بتلا دیا گیا۔۔۔۔۔اَلدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَاَنْكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ۔

عربی زبان کا تحفظ

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنَ عَرَبِیٌّ وَکَلَامَ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ

عربی کو تین وجہ سے محبوب رکھو ایک تو اس لیے کہ میں عربی ہوں، دوسرے قرآن عربی ہے، تیسرے اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔

اس سے عربی کی فضیلت دیگر تمام زبانوں پر کس درجہ ثابت ہے نیز اس زبان عربی میں علوم شریعت کا تجر و تعمق اصولاً و فروعاً مفصل و مدلل بیان فرمایا گیا ہے، جو کہ ہم پر عربی زبان کی حفاظت کے فریضہ کو عائد کرتا ہے، اور اس کی حفاظت کا ذریعہ مدارس عربیہ ہیں۔

دوسری جگہ تحریر فرمایا

عربی کی حفاظت بایں وجہ کہ ہمارا دین کامل، مکمل، محقق، مفصل، مدلل، مبرھن، اصولاً و فروعاً اور حقیقی اسلام عربی میں ہے۔۔۔۔واجب ہے۔

اردو زبان کا تحفظ

اردو میں دینی علوم کا خزانہ، تصوف اور اخلاق کا بے تعداد ذخیرہ ہے، جس کو علمائے مشائخ نے صدیوں کی مشقت اور اہتمام کے ساتھ جمع فرمایا ہے، اسلاف کی روایات کا مخزن ہے، انبیاء علیہم السلام کے اخلاق صحابہ کرام کے حالات اولیائے عظام کی عبادات اور مجاہدات و ریاضت اور ان کی حکایات نیز حقائق و معارف کا گنجینہ ہے رذائل نفسانیہ، اخلاق فاضلہ روحانیہ پر اطلاع اردو زبان میں مدون و محفوظ ہیں۔

یہ خصوصیات اردو زبان کی فضیلت کو ثابت اور حفاظت کو ہم پر واجب کرتی

ہیں، اس کا ضائع ہونا دین کے بہت سے اجزاء کا ضائع ہونا ہے، خاص کر عام مسلمانوں کے لیے تو علم دین کا دوسرا ذریعہ ہی نہ رہے گا، اس کو ضائع ہوتے دیکھنا اور انسداد نہ کرنا کیا شرعاً جائز ہوگا؟

صاحبو! اردو زبان کی حفاظت دین کی حفاظت ہے، پس حسب استطاعت اس کی حفاظت واجب اور طاعت ہے۔ باوجود قدرت اس میں غفلت کرنا معصیت اور موجب مؤاخذۂ آخرت ہوگا۔

علم کے ساتھ خشیت

علم وراثت انبیاء میں سے ہے، اور انبیاء میں وہی علم ہے، جو مصداق آیت

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا [سورۂ فاطر: ۲۸]

خشیت کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔۔۔۔۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا علم خشیت حالی میں رنگا ہوا ہوتا تھا۔

أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللهِ وَأَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خدا کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔

علم علم کے لیے نہیں، عمل کے لیے مطلوب ہے۔ محض مسائل اور اصطلاحات کا تلفظ اور رٹنا اور علم خالی از خشیت کو مقصود سمجھنا اور اسی کو بار بار دہراتے رہنا، جب تک ''علم را بر دل زنی یارے بود'' کا حال نہ ہو غیر مقصود کو مقصود بنانا ہے۔

دنیوی علوم

پس کالجوں اور یونیورسٹیوں کے علوم اور تحقیقات کو علم کہنا حقیقی علم کی نظر میں زنگی کو

کا فور کہنا نہیں تو اور کیا ہے۔

تاریخ اسلام

تاریخ اسلام اس لیے نصاب میں داخل ہے تا کہ اسلاف کے حالات ،ان کے کارنامے ،خدمات دینی ،عدل و انصاف ،حقوق سلطانی ،رعایا پروری ،منصب شناسی ،عہدہ کی ذمہ داری ،بے تعصبی ،اولوالعزمی ،شجاعت ،رحم دلی ،حفظ حدود وغیرہ پیش نظر ہوں اور علمی ہمت اور دینی خدمات کا جذبہ پیدا ہو۔

مدارس عربیہ کا قیام

احکام دین کا حصول صحیح ومضبوط اردو دینی رسائل سے اور دین کا تحقیقی مکمل علم بدلائل نقلی وعقلی ،اصولی وفروعی بزبان عربی بدون مدارس عربیہ ناممکن!

لہٰذا مدارس عربیہ کا قیام اور ان کی بقا نہایت ضروری وواجب ہے۔پس علماء پر لازم ہوا کہ مدارس کو قائم فرمائیں۔

اور امراء ،دولت مندوں ،زمینداروں ،تاجروں اور کاشتکاروں پر فرض ہوا کہ اعانت مال حسب حیثیت کرتے رہنے میں دریغ نہ فرمائیں۔

اتحاد واتفاق کی ضرورت

خالق برتر رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب بھی ہمارے یہاں اہل علم ،عالی حوصلہ ،بلند خیال ،اہل ثروت ،نکتہ داں ،نکتہ رس جود وسخا کے حامل غرض یہ کہ ہر قسم کے باکمال حضرات موجود ہیں کہ دیگر اقوام اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

مگر۔۔۔۔۔۔باہمی نفاق ،خود رائی وخود پرستی

نخوت وغرور

خودغرضی وخودستائی ۔۔۔۔۔۔نے ہمارے اندرایسا گھر کرلیا ہے کہ اپنے گھر کی دولت سے صحیح نفع نہیں اٹھا سکتے۔

نتیجہ شاہد ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ عزت کی جگہ ذلت

محبت کی جگہ نفرت

ہمدردی کی جگہ ہم دردی

قوت کی جگہ ضعف

اعتماد کی جگہ بے اعتمادی و بے اعتقادی نے لے لی۔

ہر کام عموماً اور اجتماعی خدمات خصوصاً انفرادی طور پر نہ انجام پاتے ہیں نہ ان میں استحکام ہوتا ہے،اور نہ منوانے والی طاقت ان کے پس پشت ہوتی ہے۔

اصلاح رسوم

افسوس کے ساتھ اتنا عرض کروں گا جس کو آپ دوستانہ شکوہ سمجھیں یا خیر خواہی بجائیں یا انجام بد سے روکنا۔۔۔۔۔۔۔۔کہ ہمارے بھائی مسلمان رسومات غمی وخوشی ،بیاہ وشادی،عقیقہ وختنہ اور اپنی وضع قطع میں بے جا اسراف کے کچھ ایسے عادی ہوگئے کہ اس کے خلاف کہنے والے کو بدخواہ خیال فرماتے ہیں اور خلاف کرنے والے کو طعن وتشنیع کرتے ہیں۔حالانکہ بعد کو خود بھی پچھتاتے اور کف افسوس ملتے ہیں،جس نام کے لیے یہ کام ہوتا ہے وہ بھی ہاتھ نہیں آتا۔۔۔۔مال ضائع ،نام سے ناکام ،خدا کی ناراضگی آگے ہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

[منقول از حیات مسیح الامت]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان ---------- ۴۷

اس سراب رنگ و بو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

مدارس اسلامیہ اور عصری علوم

{افادات}

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ

یہ دراصل حضرت مفتی صاحب کا ایک مختصر رسالہ ہے جس میں عقل سلیم اور مشاہدات وتجربات کی روشنی میں مدارس اسلامیہ میں عصری علوم کا اجرا مضر ثابت کیا گیا ہے۔

کسی کالج کے تعلیم یافتہ کی تصنیف خواہ وہ کتنا ہی صالح اور متقی کیوں نہ ہو، طلبہ کے اذہان پر یہ اثر ضرور ڈالے گی کہ انہیں یہ علوم مغرب سے ملے ہیں، ان علوم کو اگر بذریعہ کتب جدیدہ مدارس دینیہ میں لایا گیا تو ایک طرف تو ان کی اور ان کے مصنفین کی خباثت کا بہت برا اثر پڑے گا اور اس کے ساتھ ساتھ نصرانیت سے ذہن مرعوب ہوگا، اور دوسری طرف یہ نقصان ہوگا کہ غلبۂ ہوس کی وجہ سے یہ لوگ عصری امتحانات دے کر خدمت دین کی بجائے حکومت کی ملازمت اختیار کریں گے جس میں خدمت دیں سے حرمان کے علاوہ عملی و اعتقادی خرابیاں بھی عموماً پیدا ہو جاتی ہیں۔

پیریگراف از افادات فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

مدارس میں علوم جدیدہ کا اجرا سخت مضر ہے

دین دار ماحول میں اور دین دار اساتذہ کی نگرانی میں علوم جدیدہ کی تحصیل بنیت خدمتِ خلق و رضاءِ حق بلاشبہ موجبِ اجروثواب ہے مگر مدارس دینیہ میں ان علوم کا اجراء تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے۔

اولاً اس لیے کہ بعض مدارس دینیہ میں علوم جدیدہ کو تبعاً وضمناً جاری کیا گیا مگر چند روز ہی میں وہ مدرسہ سوائے علم دین کے باقی سب فنون کا مرکز بن گیا اور علم دین برائے نام رہ گیا اور پھر چند ایام کے بعد علم دین کا نام بھی ختم ہو گیا اس کی بہت سی نظائر ہمارے سامنے موجود ہیں۔

وہ طلبہ کہاں ہیں جو دونوں علوم میں ماہر ہو سکیں

اس صورت میں مدرسہ کی زمین، عمارت اور متعلقہ سامان جو تعلیم دین کے لیے وقف تھا قیامت تک تعلیم دنیا اور بالواسطہ یا بلاواسطہ ہدم دین کے لیے استعمال ہوگا جس کا سارا وبال خشتِ اول رکھنے والے پر ہوگا، بالفرض ہدم دین کا باعث نہ بھی بنے تو بھی

جو وقف علم دین کے لیے مخصوص تھا اسے علم دنیا کے لیے مخصوص کردینے اور ہمیشہ کے لیے جہت وقف کے بدل دینے کا عذاب تو بہر کیف ہوگا،

ثانیاً اگر بالفرض کسی مدرسہ دینیہ میں علم دین ہی غالب رہے تو اس استعداد کے طلبہ کہاں سے لائے جائیں گے جو علوم دینیہ و دنیویہ دونوں میں مہارت حاصل کرسکیں جب ان علوم دینیہ میں استعداد حاصل کرنے والوں کی تعداد ایک فیصد سے زیادہ نہیں، اور علوم جدیدہ کے طلبہ کا معیار تو اس سے بھی زیادہ گرا ہوا ہے۔

دونوں علوم ہوں گے تو دنیوی علوم کا غلبہ ہوگا

ثالثاً اگر بفرض محال لاکھوں میں سے کوئی ایک آدھ فرد دونوں علوم کا ماہر ہو بھی جائے تو کیا وہ علم دین کی کوئی خدمت کرے گا؟ حاشا وکلا اسے تو دنیوی ہوس اور حب مال وجاہ نہ صرف یہ کہ خدمت علم دین کا موقع نہیں دیتی بلکہ اس سے متنفر کردیتی ہے۔

چنانچہ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی کہ دونوں قسم کے علوم میں کوئی ماہر فرد دین کی کوئی بنیادی معتدبہ خدمت کررہا ہو۔

دنیوی علوم والے خال خال ہی دینی خدمت کریں گے

یہ صحیح ہے کہ ایسا آدمی اگر اخلاص سے دنیوی خدمت کرے تو وہ بھی باعث اجر ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر اسے علوم دینیہ کی تعلیم دی جاتی تو وہ دین کی خدمت کرتا علوم دنیویہ کی تعلیم نے اسے خدمت دین سے محروم کردیا۔

پھر اس کے دعوائے اخلاص میں بھی شبہ ہوتا ہے کہ حقیقت کا کچھ ذرہ بھی ہے کہ محض نفسانی کید ہے اگر واقعی رضائے الٰہی مقصود ہوتی تو قدرتِ خدمتِ دین ہوتے ہوئے خدمت علوم دنیویہ کو کیوں اختیار کیا؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طلب مال وجاہ کے سوا کچھ مقصود نہیں۔

مدارس کو تباہ نہ کریں

مشاہدہ ہے کہ عموماً ایسے حضرات کے قلب سے عمل کا اہتمام مٹ جاتا ہے بلکہ بیشتر کے نظریات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں، غرض یہ کہ مدارس دینیہ میں ان علوم جدیدہ کو ذرا سی بھی جگہ دی گئی تو خطرہ ہے کہ چند سال کے بعد ایک فرد بھی خدمت دین کرنے والا نہ ملے گا، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

اسکول وکالج کی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت ہے

لہٰذا مدارس دینیہ کو برباد کرنے کی بجائے کالجوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا چاہیے، وہاں اساتذہ دین دار متعین کیے جائیں اور ماحول کو دین دار بنانے کی کوشش کی جائے، نصاب میں علم دین کا معتدبہ حصہ رکھا جائے۔

علوم جدیدہ علوم قدیمہ کا ہی چربہ ہے

مدارس دینیہ میں اگر قدیم نصاب محنت سے پڑھا پڑھایا جائے تو سوائے انگریزی زبان کے باقی تمام فنون دنیویہ میں بھی کالجوں کے طلبہ سے زیادہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ فنون قدیمہ میں کچھ سوجھ بوجھ رکھنے والے بعض ایسے افراد اب تک بھی موجود ہیں کہ علوم جدیدہ میں مہارت کے مدعی ان کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ حساب، اقلیدس (جیومیٹری) اور ہیئت وغیرہ ضروری علوم کو مدارس دینیہ سے اس طرح خارج کر دیا گیا ہے کہ گویا یہ اُن کے نصاب میں کبھی داخل ہی نہ تھے، حقیقت یہ ہے کہ ان علوم کے سوا علم دین کی تکمیل ہی ناممکن ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو علوم جدیدہ کوئی چیز ہی نہیں یہ سب علوم قدیمہ ہی کا چربہ ہے وہ بھی ناقص اور نامکمل، انہی علوم قدیمہ کے نام جدید تجویز کر دئیے گئے ہیں۔

اہل مغرب سے مرعوبیت اور طبائع پر برا اثر

متجددین مصنفین نے کتب جدیدہ لکھ ڈالی ہیں جن میں علوم وہی قدیم ہیں اس جدید نام اور متجددیا کا فرملحد مصنف کی جدید تصنیف کا طبائع پر برا اثر پڑتا ہے۔

غور فرمایئے کہ ہدایہ کے پڑھنے والے اور ہدایہ کا انگریزی ترجمہ ''محمڈن لاء'' پڑھنے والے عمل اور سلامت طبع ونظر وفکر میں برابر ہو سکتے ہیں؟

یہ فرق ''محمڈن لاء'' کو ہدایہ کا ترجمہ سمجھتے ہوئے ہے تو جہاں تصانیف کو مستقل بلکہ تحقیق جدید اور مصنف کو ترقی یافتہ قوم کا ہیرو سمجھا جائے اور ذہن اس سے اتنا مرعوب ہو کہ اس کی کسی تحقیق کو بنظر تنقید دیکھنا جرم عظیم ہو۔ خدا اور رسول ﷺ کی بات میں تو معاذ اللہ شبہات پیدا ہوں، مگر مغربی مصنف کی کسی بات میں شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے علوم حاصل کرنے والوں کا انجام کیا ہوگا۔

ہم میں اور متقدمین میں امتیازی فرق

بیان مذکورہ سے بعض حضرات کے اس قیاس کا جواب بھی ہو گیا جو فرماتے ہیں کہ متقدمین بھی تو سرکاری زبان اور علوم دنیویہ پڑھتے پڑھاتے تھے اور ان میں مہارت رکھتے تھے، سو واضح ہو کہ متقدمین کی سرکاری زبان ایک مسلم قوم کی زبان تھی اور فنون کی کتب کے مصنفین بھی مسلمان تھے اور اساتذہ بھی اور وہ خودداری وخود اعتمادی اور جمیع علوم وفنون میں سبقت وامتیاز کے اتنے اونچے مقام پر تھے کہ انہیں پوری دنیا کی اقوام ہیچ نظر آتی تھیں۔ اس لیے ان پر سرکاری زبان سیکھنے یا دنیوی علوم وفنون حاصل کرنے میں کوئی خراب اثر پڑنے کا کوئی امکان نہ تھا، وہ سرکاری زبان اور دنیوی علوم کو اپنے گھر کی چیز سمجھتے تھے۔

آج کے مسلمان کی طرح اغیار بلکہ ارباب کی دریوزہ گری اور جبین سائی کا تصور نہ رکھتے تھے بلکہ اس کے برعکس وہ پوری دنیا کے لیے چشمہ فیض تھے دنیا بھر کی اقوام ان

کے آستانوں سے بھیک مانگ کر آج ترقی کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہیں۔

غرض کہ متقدمین کے لیے سرکاری زبان اور علوم دنیویہ میں مہارت خودداری وخود اعتمادی اور تفوق واستغناء کا باعث تھی، اس کے برعکس سوئے قسمت سے آج کل انہی علوم کی بطریق جدید تعلیم ذہنی پستی اور اغیار کی غلامی واحتیاج کو قلب میں مکمل طور پر راسخ کر رہی ہے اور مسلمانوں کی گردن کو احسان اغیار کے بارِ عظیم سے اس طرح دبائے ہوئے ہے کہ ان کو اس سے نجات دلانے کے لیے کوئی نسخہ بھی کارگر نہیں ہو رہا ہے۔

موجودہ ساری ترقی اسلام کی مرہون منت ہے

اسی غلامانہ ذہنیت اور احساس کمتری کا یہ کرشمہ ہے کہ پانچویں صدی کے مسلمان ابو ریحان بیرونی سے استفادہ کر کے تو اغیار چاند اور زہرہ پر پہنچ رہے ہیں جس کا روس نے اعتراف کیا ہے۔ مگر آج کے مسلمان ماہرین فلکیات دوسروں کی نقل میں بھی فحش غلطیاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ گرین وچ کی شاہی رصدگاہ نے روشنی کی ابتداء کا جو وقت بتایا ہے اُسے پاکستان وہندوستان کے ماہرین فلکیات صبح صادق قرار دے کر اس کے مطابق جنتریاں مرتب کر کے ملک بھر میں شائع کر چکے ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ متقدمین علوم دنیویہ میں مہارت حاصل کرنے کے بعد بھی تقویٰ اور زہد کی بدولت نہ خدمت علم دین سے غافل ہوتے تھے اور نہ ہی ان میں کوئی عملی کوتاہی واقع ہوتی تھی، نظریاتی تبدیلی تو در کنار ان میں سے اکثر ہر قسم کی مہارت رکھنے کے باوجود فقر وفاقہ کے عالم میں بھی خدمتِ دین میں مشغول رہتے تھے اور اسی کو سعادت سمجھتے تھے۔ اور بعض نے دنیوی ترقی کی بھی تو بڑے بڑے مناصب جلیلہ پر فائز ہونے اور مقربین سلاطین ہونے کے بعد بھی ان کے اعتقاد وعمل اور خدمتِ دین میں کوئی نقص نہ واقع ہوا بلکہ اس جاہ ومال کو مزید خدمتِ دین کا ذریعہ بنا کر دنیا کو بھی

دین بنادیا گیا اس کے برعکس آج کل ہوس اور حب مال وجاہ کا اس قدر غلبہ ہے کہ علوم دنیویہ بطریق جدید حاصل کرنے کے بعد خدمت علم دین کا تصور بھی ناممکن ہے۔

ہمارے درس نظامی میں علوم جدیدہ موجود ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ مدارس دینیہ میں علوم دینیہ خصوصاً حساب وہیئت اور اقلیدس کی تعلیم اشد ضروری ہے مگر کتب قدیمہ کے ذریعہ، صرف اساتذہ کتب جدیدہ کا مطالعہ کریں کوئی کام کی بات پائیں تو طلبہ کو اس طریقہ سے سمجھائیں کہ کتب جدیدہ اور ان کے مصنفین کا تفوق ان کے ذہن میں نہ آنے پائے۔

اگر کتب قدیمہ ناکافی ہوں تو علمائے دین جدید تصنیف کریں، اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ طریق تعلیم کی اصلاح کریں زیادہ کتابیں پڑھانے کی بجائے تمرین (عملی مشق) زیادہ کرائی جائے۔

جدید انگریزی نصاب سے علوم جدیدہ پڑھانے کے ہلاکت خیز نتائج

کسی کالج کے تعلیم یافتہ کی تصنیف خواہ وہ کتنا ہی صالح اور متقی کیوں نہ ہو طلبہ کے اذہان پر یہ اثر ضرور ڈالے گی کہ انہیں یہ علوم مغرب سے ملے ہیں، ان علوم کو اگر بذریعہ کتب جدیدہ مدارس دینیہ میں لایا گیا تو ایک طرف تو ان کی اور ان کے مصنفین کی خباثت کا بہت برا اثر پڑے گا اور اس کے ساتھ ساتھ نصرانیت سے ذہن مرعوب ہوگا۔

دوسری طرف یہ نقصان ہوگا کہ غلبہ ہوس کی وجہ سے یہ لوگ عصری امتحانات دے کر خدمت دین کی بجائے حکومت کی ملازمت اختیار کریں گے جس میں خدمت دین سے حرمان کے علاوہ عملی واعتقادی خرابیاں بھی عموماً پیدا ہو جاتی ہیں۔

اگر خدانخواستہ سب مدارس دینیہ نے یہ کار خیر شروع کردیا اور اپنا نیم پختہ مال سرکاری دفاتر اور دنیوی منڈیوں میں بھیجنا شروع کردیا تو آئندہ علم دین کا کوئی مدرس پیدا ہونے کی کوئی توقع نہ رکھنا چاہیے اور علم دین کو صرف چند روزہ مہمان ہی سمجھنا چاہیے، ممکن ہے کہ قرب قیامت میں رفع علم دین کا سبب یہی نظریہ بننے والا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ وقت نہ دکھائیں، آمین۔

خدارا مدارس دینیہ کو مسموم اور مولویوں کو مسٹر نہ بنائیں

انگریزی زبان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے سیکھنے سے علماء دین کی خدمت زیادہ کر سکتے ہیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ کون سا مسئلہ ہے جس کا حل انگریزی زبان پر موقوف ہے جب کہ مخالف وموافق ہر قسم کی کتب کے دفاتر اردو میں موجود ہیں۔

اگر اس کا خدمتِ دین میں معین ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کا کوئی مصداق بھی دنیا میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر آپ اس کا جائزہ لیں کہ کیا کوئی انگریزی خواندہ عالم دین کی کوئی بنیادی خدمت کر رہا ہے تو یقیناً اسے کالعدم ہی پائیں گے، اس سے میرا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ انگریزی زبان سیکھنا ناجائز ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ دین کی کوئی خدمت اس پر موقوف نہیں۔

لہٰذا علماء دین کے لیے انگریزی زبان سیکھنا بے ضرورت اور غیر مفید ہے بلکہ اکثر طبائع کے لیے تو مضر ہے، آخر میں پھر گزارش ہے کہ مدارسِ دینیہ کو مسموم اور مولویوں کو مسٹر بنانے کے بجائے کالجوں کی اصلاح اور مسٹروں کو صحیح مسلمان بنانے پر پوری قوت صرف کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فہم عطا فرمائے، اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان............ ④۸

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
طلب صادق نہ ہو تو پھر کیا شکوۂ ساقی

علماء وارثین انبیاء ہیں

{بیان}

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پونہؒ

حضرت اقدس کا یہ بیان مالیگاؤں کے اجتماع کے موقع پر خصوصی نشست میں مہاراشٹر کے علماء کرام میں ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ایک مصری عالم نے ایک کتاب لکھی عربی زبان میں اس میں یہودیوں کی ساری سازشوں کو کھولا ہے، اس وقت ان کی اسکیم کیا چل رہی ہے، ایک اسکیم ان کی یہ بھی ہے کہ دیندار طبقے کو عوام سے، عوام کو دینداروں سے کاٹا جائے۔

انگریزوں نے ہندوستان آکر سب سے پہلے دیندار طبقے کو تو بدنام کیا، ان کو کاٹا، پھانسیاں کس کو دیں؟ عوام کو نہیں دیں، پانچ ہزار علماء کو پھانسی دی گئی دلی کے اندر، ان کو کاٹو، یہ کٹیں گے عوام سے تو عوام پر چھاپہ مارنا آسان ہوگا۔

پیریگراف از بیان حضرت مولانا محمد یونس صاحب پونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ... اَمَّا بَعْدُ!

خطبہ مسنونہ کے بعد!

جو جتنا بڑا ہوتا ہے اس کی ذمہ داری بھی بڑی ہوتی ہے

جو جتنا بڑا ہوتا ہے، اس کی ذمہ داری بھی بڑی ہوتی ہے، اس کے صحیح ادا کرنے پر اسے اللہ بھی دیتا ہے مخلوق بھی دیتی ہے، اس کے صحیح نہ کرنے پر عوام کے مقابلے میں اس کی پکڑ زیادہ ہوتی ہے، پھر یہ مخلوق کی نگاہ میں بھی بے قیمت ہوتا ہے، اور اللہ کی نگاہ میں بھی بے قیمت ہوتا ہے۔

ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ دیکھو صاف بات ہے روزی کا مالک تو اللہ ہے، یہ کہیں قرآن وحدیث میں آپ نے نہیں پڑھا ہوگا کہ اللہ نے روزی کا ٹھیکہ کسی اور کو دے رکھا ہو، کہ وہ روزی دے گا تو ہم کو ملے گی اور نہیں دے گا تو نہیں ملے گی۔

بلکہ اللہ نے روزی کا ذمہ اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اور فرمایا کہ ہم نے روزی طے کر دی ہے مقدر کے اعتبار سے، جتنا کماؤ گے اتنا ملے گا ایسا نہیں ہے، اور دین، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ تم چاہو نہ چاہو دین ہم تم کو دیں گے، دین کے بارے میں صاف بات کہی، جو جتنی محنت کرے گا اتنا دین ہم اس کو دیں گے، اس کی محنت پر دین کو رکھا ہے۔

ہم نے معاملہ الٹا کر دیا

اب ہو گیا ہے معاملہ الٹا، جو اللہ کی ذمہ داری تھی وہ اپنے ذمہ لے لی جو اپنی ذمہ

داری تھی وہ اللہ کے حوالے کر دی۔

اور ہم بھی عام انسانوں کی طرح ہو گئے، عوام جیسے، ہم بھی ویسے ہو گئے، عوام کی بھی ایک ہی فکر صبح سے لے کر شام تک کمانا کھانا، ہماری بھی فکر وہی ہے، بلکہ طالب علمی کے زمانے سے ہی ہمارے پلان بننا شروع ہو جاتے ہیں، کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ اور پلان دنیا کے، یعنی بعض مرتبہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ ہم نے علم دین نہ پڑھا ہوتا تو اچھا ہوتا، اور ڈگری لے لیتے تو تنخواہیں تو کم سے کم اچھی ملتیں، اس میں اللہ کی رزاقیت کے بارے میں ہمارا یقین کیا ہوا؟ کہ روزی کا مالک اللہ ہے، اس میں ہم کمزور بن گئے۔

اللہ تعالیٰ دین کا کام یقین والوں سے لیتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دین کا کام لیا ہے جو رزاقیت کے معاملے میں خدا کا یقین رکھتے ہیں، بڑا کام لیا اللہ تعالیٰ نے اور ایسا کام لیا بغیر اسباب کے کہ ہم سوچ نہیں سکتے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اکیلے شخص ایک جگہ بیٹھ گئے، اللہ کے بھروسے پر، اللہ نے اتنا بڑا دار العلوم کھڑا کر دیا۔

مولانا محمد علی مونگیریؒ فرماتے ہیں، میں جب مدرسے فارغ ہوا تو میرے ذہن میں ایک ہی بات کھٹکتی تھی کہ میرے روزی کا کیا؟ میرے مسائل کا کیا؟ میں بہت دن تک اسی معاملے میں پریشان رہا، پھر میں نے ایک دن سوچا، تو نے کیا پڑھا ہے؟ تجھے اللہ کی رزاقیت کا یقین نہیں کیا؟ اللہ پر اعتماد کر کے میں ایک کام میں لگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا ادارہ ان کے ہاتھ میں کھڑا کیا۔

حضرت مولانا الیاسؒ سے اللہ نے کتنا بڑا کام لیا

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ شروع میں اکیلے تھے کوئی ساتھ نہیں تھا بلکہ جس سے

کبھی دین کی بات کرتے کوئی ہنس کے ٹال دیتا یا وہ ایسا جملہ کہتا کہ خاموش ہو جانا پڑتا۔

حضرت مفتی کفایت اللہؒ سے فرمایا مولانا الیاس صاحبؒ نے میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں فرمایا مولوی صاحب! کون کرے گا؟ مسئلہ یہ ہے نا! کرے گا کون؟ خاموش ہو گئے۔

حضرت مولانا مدنیؒ سے فرمایا تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا ''زبانِ یار من ترکی و من ترکی نمی دانم'' حضرت کو خاموش ہو جانا پڑا۔

لیکن اللہ تعالیٰ جس سے کام لیتا ہے اسے دل و دماغ سب سے بالکل الگ بہت جاندار اور بہت مضبوط دیتا ہے، وہ کبھی حالات سے متاثر نہیں ہوتا، اور ہم نے دیکھ لیا اس صدی میں اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لے لیا کہ علماء فرماتے ہیں: صحابہ کے بعد سب سے بڑا کام اللہ نے حضرت مولانا الیاسؒ سے لیا، دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جس میں تبلیغ کی بات نہ پہنچی ہو اور کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے اوپر تبلیغ کا تاثر نہ ہو، ایک آدمی چاہے کام نہ کرتا ہو اور اس کا دین سے تھوڑا بہت تعلق ہے تو اس کے دل میں بھی کام کی محبت آپ کو ملے گی، یہاں تک کہ بعض ایسے مخالفین بھی ہیں جن کو نماز تبلیغ کے ہی طفیل میں ملی تبلیغ والے پکڑ دھکڑ کر مسجد میں لے گئے نمازی بن گئے، کوئی ایسا نہیں، کوئی شعبہ ایسا نہیں ملے گا جو تبلیغ کی دعوت سے متاثر نہ ہو کوئی شعبہ ایسا نہیں، چاہے وہ دین کا ہو چاہے دنیا کا اتنا غیر معمولی کام اللہ تعالیٰ نے دیا۔

ہم سب سے زیادہ ترقی کیا سمجھتے ہیں؟

اللہ کی قدرت نہیں بدلتی، اللہ کا قانون نہیں بدلتا، اللہ کا ضابطہ نہیں بدلتا، جو آدمی خدا کے یقین کی بنیاد پر کھڑا ہو جائے اللہ اس سے کام لے گا، ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھ کر رہ گئے، بڑا مسئلہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا، ہم بہت زیادہ ترقی کیا سمجھتے ہیں؟

ہماری سب سے بڑی ترقی یہ ہے ابھی جو فارغ ہوتا ہے وہ ایک ادارہ بنانے کی فکر

میں لگ جاتا ہے یہ حالت ہے اس زمانے میں، امت کا یہ حال ہے، ہماری صلاحیت کہاں لگ رہی ہے؟ ہماری استعداد کہاں لگ رہی ہے؟ ہماری فکریں کہاں لگ رہی ہیں؟ باطل کے پاس نمونے ہیں۔

باطل نے اپنی محنت سے نمونے قائم کئے

آپ اتنے علمائے کرام بیٹھے ہوئے ہو اللہ کے گھر میں آپ بتادو ہم نے آج تک کسی خاندان کو مسلمان کیا؟ ہمارے پاس نمونہ ہے؟ خاندان پر ہم نے محنت کر کے اس خاندان کو اس محلہ کو اور اس برادری کو اور ہم نے اس علاقہ کو اسلام میں داخل کیا، سب مل کر ایک محلہ بتادو چلو کوئی نمونہ، ہم نے غیر مسلم کو اسلام میں داخل کیا، اور غیر قوم کے پاس علاقے ہیں، بستیاں ہیں۔

مسلمانوں کا سو فی صد ملک تھا، دو کروڑ کی آبادی کا ملک ہے، ڈیڑھ کروڑ مسلمان رہ گئے، پچاس لاکھ مسلمان عیسائی بن گئے، ہم نے ایک کو بھی بنایا غیر کو بتلاؤ مسلمان؟ ......غیروں میں کام کرنے کا کوئی نمونہ بتلاؤ نا! کوئی علاقہ بتلاؤ! اپنے ہندستان میں ناگا لینڈ ہے آپ پرائیوٹ طور پر نہیں جاسکتے وہ علاقہ سو فیصد عیسائیت میں داخل ہوا، ہمارے پاس نمونہ کچھ بھی نہیں۔

بڑا مسئلہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا

ہم چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں الجھ کر رہ گئے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں اللہ جس کا سوال ہم سے تم سے نہیں کرے گا، اور جس دین کے بارے میں سوال کرے گا اس کی طرف ہمارا دھیان بھی نہیں جاتا، اسلام زندہ ہو، لوگوں کی زندگی میں خدا کا دین آئے، اسلام زندہ ہوئے بغیر دنیا کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا، امت کی کوئی پریشانی دور نہیں

ہوگی۔

ایک صاحب آئے حضرت جی کی خدمت میں، مسجد کے ٹوٹنے کے بعد ہنگامے کے بعد، کہا حضرت مسلمانوں کا مسئلہ ایسا، نوکری کا مسئلہ، گھر کا مسئلہ، ملازمت کا مسئلہ، تجارت کا مسئلہ، حضرت چپ چاپ سنتے رہے، اس کے بعد فرمایا: اسلام کا کیا؟ خاموش ہوگئے، سارے مسائل کو سوچتا ہے، اسلام زندہ ہوجائے یہ کیوں نہیں سوچتا؟ اسلام زندہ ہوگا سارے مسائل حل ہوجائیں گے امت کے، اس کے بغیر حل نہیں ہونے کے۔

حضور ﷺ کی سادہ اور قربانی والی زندگی

رسول اللہ ﷺ نے کیسا وقت لگایا، کیسے وقت گذارا آپ نے، مدینہ منورہ میں مال غنیمت آیا، زکوۃ کا مال آیا، خمس کا مال آیا، صلح کا مال آیا، کئی قسم کا مال آیا، مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں لیکن ایک پیسہ بھی مسجد کے بنانے پر لگا ہو تو بتلا دو، ایک پیسہ، چلو پکی مسجد کو پکی بنالو، نہیں ایک اینٹ بھی نہیں رکھی رسول اللہ ﷺ نے اور ایک چراغ بھی نہیں جلایا مسجد نبوی ﷺ میں۔

حضرت تمیم داری ﷺ جب نومسلم تھے انہوں نے سب سے پہلے چراغ جلایا، وہ بھی ۹ ھ میں، آپ ﷺ چراغ نہیں جلا سکتے تھے؟

ارے جس نبی کے گھر میں چراغ نہیں جلا اس زمانے میں، مسجد نبوی ﷺ میں کیا چراغ جلے گا؟ اور کسی کو نہیں کہا، صحابی کو، یہ پیسے لے کپڑا بنا، یہ پیسے لے کھانا کھا، یہ پیسے لے، جا اپنا گھر بنا، فرمایا یہ تو مسئلہ تم اللہ سے حل کروالو، اور جو کچھ سرمایہ آیا وہ اللہ کے دین پر پھیرتے چلے گئے اور دین کے زندہ کرنے پر لگاتے گئے، وہ اپنی ذات پر اپنی دنیاوی ضرورتوں پر نہیں لگایا، تب جا کر دین دنیا میں زندہ ہوا۔

ہماری سب سے بڑی بیماری

ہم دیکھ لیں ہماری ضرورتوں پر کتنا لگتا ہے؟ اور اللہ کے دین کی خدمت پر کتنا لگتا ہے؟ ارے ہم مسلمان ہیں نا! کچھ نہ کچھ تو لگنا چاہیے ہمیشہ دوسرے کا لگنا ضروری تھوڑی ہے، اپنا بھی تو کچھ لگنا چاہیے، تب تو درد آئے گا، ہمارا کیا لگتا ہے، ہمارا کچھ بھی نہیں لگتا، نہ پڑھنے میں لگا، اور نہ دنیا کے میدان میں آنے کے بعد ہمارا کچھ سرمایہ دین کے زندہ کرنے پر لگا ہم کو کیا پرواہ ہوگی، دین مٹے یا زندہ رہے، ہم کو اس سے مطلب کہ ہم کو وقت پر روٹی ملے ہم کو کپڑے اچھے ملے اور ہمارے تعیش میں فرق نہ آئے، ہم اس کے آگے سوچنے کو تیار نہیں ہیں۔

یہ ہماری سب سے بڑی بیماری ہے، اللہ ہم کو معاف کرے۔

مکہ مدینہ میں ٹی وی جیسی بلا باطل نے کیسے داخل کی؟

شاہ فیصل مرحوم کے زمانے میں جب ٹی وی آیا مکہ مدینہ میں تو علماء نے احتجاج کیا جلوس نکالے، شاہ فیصل نے کہا بندوق کے دہانے کھول دو، ان کی طرف، مارو ان کو، ختم کرو، یہ جو چاہتے ہیں یہ نہیں ہوگا، ٹی وی مکہ میں آئے گا، مدینہ میں بھی آئے گا۔

علماء کیا کہتے تھے کہیں بھی یہ گندگی لگا دو، مکہ مدینہ کو پاک صاف رکھو، کہا یہاں بھی لگے گا، دہانے کھول دیے شوٹ کرنے کے لیے۔

لیکن جو اوپر بیٹھے ہیں ان کے سرپر وہ بہت شیانے بہت ہوشیار ہیں کہنے لگے کیا کر رہے ہو تم، غضب ہو جائے گا غضب، بغاوت ہو جائے گی پورے ملک کے اندر، پھر کیا کریں؟

شعبہ قائم کرو امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا، اور دو علماء کو عہدے، ان کو بڑی

بڑی تنخواہیں دو، ایئر کنڈیشن مکانات دو، ایئر کنڈیشن گاڑیاں دو، ان کو یہ سب چیزیں دو اوران کو پھنسا دو تعیش کے اندر، جب یہ آجائیں تعیش کے نقشوں میں، بڑی بڑی تنخواہوں میں مطمئن ہو جائیں اب تم اپنا کام کرو، پھر گڑبڑ کریں تو صاف کہنا چلو بلڈنگ سے باہر نکلو، ہوٹلیں چھوڑو، سارے تعیش کے نقشوں کو چھوڑ کر چلو نکل جاؤ چلو باہر جاؤ، اب عادی بن چکے ہوں گے تعیش کے، تو اسلام کی بربادی دیکھ لیں گے، اپنے اس تعیش کو نہیں چھوڑیں گے۔

ہوا ویسے ہی جب دوبارہ ٹی وی آیا مکہ مدینہ میں تو احتجاج کرنا چاہا، حکومت کہنے لگی خبردار! آواز مت نکالنا، اندر جیلوں میں سڑ جاؤ گے یا شوٹ کردیں گے، حرم شریف کے سامنے ننگی عورت کا ڈانس ہوتا ہے ٹی وی کے اندر، جانتے ہو ہمارا تعیش کیا کرے گا؟ اللہ ہی جانتا ہے، اور بزرگو! ہمارے بڑے کہتے ہیں، محنت سے مجاہدے سے، اسلام زندہ ہوگا اور تعیش سے خدا کفر کو زندہ کرے گا، اسلام زندہ نہیں ہوتا، ہم اس لائن میں مارے گئے۔

ہمارا عوام سے ربط ختم ہوگیا

اور دوسری چیز ہمارے اندر عوام سے ربط ہی نہیں رہا، حالانکہ ہم عوام الناس سے نکل کر آئے ہوئے ہیں، ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا خاندان خواص کا خاندان ہو، بڑے علماء کا خاندان ہو، بڑے تاجروں کا خاندان ہو، ایسا نہیں ہے، ہم غریب خاندانوں سے پڑھ کر آئے ہیں آگے، ہمارا باپ تاجر ہے، ہمارا باپ مزدور ہے، ہمارا باپ کاشتکار ہے، تبلیغ میں لگنے کی برکت سے ہم کو مدرسہ میں بھیجا اس نے، اور کہا دین سیکھنے کے لیے، اوراس کے بعد ہم عالم بن کر آئے ہم تو عوام میں سے آئے، ہم خواص میں سے نہیں آئے، ہمارا خاندان عوام کا خاندان ہے، خواص کا خاندان نہیں، چلو یہ

فلاں نے بزرگ کے خاندان کے لوگ ہیں، ایسا نہیں ہے ہم عوام کے خاندان کے لوگ ہیں، ہم کٹ گئے عوام سے، عوام سے ہمارا کیا ربط؟

امت ہمارے علم پر نہیں، جس سے نفع پہنچے گا اس سے جڑے گی

تین عالم بیٹھے تھے دکان پر، تین یا چار تھے، آئے تھے مدرسے کے معاملے میں تاجر کی دکان پر بیٹھے بات کر رہے ہیں کہا ذرا آپ توقف کر لیں، میرا کام ہے، میں کام نمٹ کر آپ سے بات کروں گا۔

وہ چاروں بیٹھے تھے اتنے میں ایک نوجوان آیا اس تاجر نے نیچے اتر کر اس نوجوان کا ہاتھ پکڑا کہ بھائی صاحب آؤ آؤ دکان میں بیٹھو آؤ بیٹھو، کیسے آنا ہوا؟ کیا بات ہے؟ تھوڑی دیر بات چیت کی چائے پیو گے کیا ٹھنڈا پیو گے؟ نہیں، بس کام کے لئے آیا تھا، وہ بات کر کے وہ چلا گیا۔

ایک مولوی صاحب کہنے لگے بھائی صاحب! ہم تو اتنی دیر سے بیٹھے ہیں آپ نے ہم سے سیدھی بات بھی نہیں کی اور یہ کون آدمی آیا ہے، عام آدمی ہے، اس کے آنے پر آپ اس کا استقبال کر رہے ہیں نیچے اتر رہے ہیں؟

فرمایا یہ وہ نوجوان ہے جس نے مجھ کو اسلام کے راستے پر ڈالا ہے تم کتنے سال سے آتے ہو میرے پاس؟ پیسے لے کر جاتے ہو، کبھی تم نے مجھ کو اسلام کے راستے پر نہیں ڈالا، یہ میرا محسن ہے تم میرے محسن نہیں ہو، کیا کرو گے آپ؟

اور دیکھو میں عالم ہوں، اتنا بڑا محدث ہوں، مفسر ہوں، امت اس پر نہیں جڑے گی، امت جس سے دین ملے گا، اس سے جڑے گی، کوئی بھی سہی؟ آپ ہوں گے اللہ

امت کو آپ کے ساتھ جوڑے گا، اور آپ نہیں ہوں گے تو کوئی عام آدمی ہوگا، خدا اپنے بندوں کو اس کے ساتھ جوڑے گا، اب کتنا ربط رہا ہمارا عوام سے؟ ہم بالکل کٹ گئے کچھ ہماری غفلت اور کچھ دنیا کی محنت ہے۔

باطل کی سب سے بڑی سازش

ایک مصری عالم نے ایک کتاب لکھی عربی زبان میں اس میں سارے یہودیوں کی ساری سازشوں کو کھولا ہے اس وقت ان کی اسکیم کیا چل رہی ہے۔

ایک اسکیم ان کی یہ بھی ہے کہ دین دار طبقے کو عوام سے اور عوام کو دین داروں سے کاٹا جائے۔

انگریزوں نے ہندوستان آکر سب سے پہلے دین دار طبقے کو تو بدنام کیا، ان کو کاٹا، پھانسیاں کس کو دیں؟ عوام کو نہیں دیں، پانچ ہزار علماء کو پھانسی دی گئی دلی کے اندر، ان کو کاٹو، یہ کٹیں گے عوام سے، عوام پر چھاپا مارنا آسان ہوگا۔

ان کے پلان تھے، ان کی اسکیمیں تھیں، وہ قسم کھا کے آئے تھے ہندستان کی ہر مسجد کو گرجا بنائیں گے، ضروری تھا کہ مسلمانوں کے اندر سے اسلام مٹے، پہلے ان کو مٹاؤ، یہ عزائم لے کر آئے تھے، اور اتنا بدنام کرو کہ عوام خود کٹیں ان سے۔

باطل نے عوام کے ذہنوں میں نفرتیں ڈال دی

حضرت مولانا مدنیؒ نے لکھا ہے نا! صوبہ سرحد میں ایک لالہ جی تھے، بنیا تھا اس کی دکان پر ایک خان صاحب کام کرتے تھے، آتے جاتے اس کے بادام پر مٹھا مار، اور اس کے کاجو پہ مٹھا مار، یہ مال پر مٹھا مار وہ مال پر مٹھا مار، آتے جاتے جیب بھر لے اور کھا لے

۔ |

وہ پریشان ہوگیا اس نے نکال دیا خان صاحب کو، خان صاحب تم تنخواہ الگ لیتے ہو اور آتے جاتے ہاتھ الگ مارتے ہو، چلو نکلو، نکال دیا۔

بہت اچھی بات، میں بھی دیکھتا ہوں کہ تیری دکان کیسے چلتی ہے؟ پورے گاؤں میں جا کر یہ کہہ دیا کہ بنیا وہابی ہوگیا، اب بولو بنیا کا اور وہابیت کا کیا تعلق آپس میں؟ کوئی تک نہیں، ایک آدمی اس کی دکان پر سودا لینے کے لئے تیار نہیں۔

بنیا اکیلا ہی اکیلا بیٹھا رہتا سب گاہک ٹوٹ گئے بنیا نے کہا خان صاحب یہ کیا ظلم ہے، خان صاحب نے کہا کچھ لین دین کی بات کرو، ہاں بھائی لین دین کی بات کرو تمہارے بیوپار چل پڑے گا، اس نے لین دین کی بات چیت کی، اور کہا اب تمہارا بیوپار چل پڑے گا، اب پورے گاؤں میں جا کر خانصاحب نے اعلان کیا لالہ جی نے وہابیت سے توبہ کرلی، اب وہابیت کا غیر مسلم کا کیا تعلق؟ ذہنوں کو اتنا گندا کردیا تھا کہ وہابیت کے نام سے نفرت تھی عوام کو، یہ کیا یا نہیں کیا؟

ہماری کیا قیمت رہ گئی عوام میں

ایک تو بدنام کرو علماء کو عوام میں، آج ہماری کیا قیمت ہے آپ سچی بتادو، ہم کو عوام کا مزاج دیکھ کر چلنا پڑتا ہے یا عوام ہمارا مزاج دیکھ کر چلتی ہے؟

ایک مولوی صاحب بارات میں جارہے ہیں آگے بینڈ باجا بج رہا ہے پھول لگا کے چل رہے ہیں ارے مولوی صاحب یہ کیا؟ یہ بینڈ باجے کے پیچھے چلنا جائز ہے؟ یہ گدھا بیٹھا گھوڑے پر، یہ گدھا کہاں بیٹھا؟ اور اس کے پیچھے آپ چل رہے ہیں۔

کیا کریں بولے یہ ہمارے ادارے کی ضرورت ہے، یہ دین بیچ کر اداروں کی ضرورت پوری کر رہے ہیں، غیرت بیچ کر اداروں کی ضرورت پوری کر رہے ہیں، ہم پر پانچ سو بچوں کو پڑھانا فرض نہیں، اللہ نہیں پوچھے گا کہ پانچ سو بچے پڑھائے یا نہیں

پڑھائے؟ جتنا تمہارے بس کی ہے اتنا کرو، اب بتاؤ ہم کو عوام کا مزاج دیکھ کر چلنا پڑتا ہے یا نہیں؟ عوام ہمارا مزاج دیکھ کر نہیں چلتی۔

حضرت مولانا الیاسؒ کی حسن تدبیر

حضرت مولانا الیاسؒ صاحب کو کسی نے شادی میں بلایا، آکر بیٹھے تو دیکھا دولہا ماشاء اللہ سجا سجایا آگیا، اعلیٰ درجہ کی ریشم کی شیروانی بھی ہے گلے میں سونے کا ہار بھی ہے اور دنیا بھر کے فوٹو وغیرہ تخت پر لگے ہوئے ہیں، بیٹھنے کے بعد حضرت نے اس کے والد کو بلایا کہا آج سب خوش ہیں کوئی ناراض تو نہیں ہے؟

بولے نہیں حضرت! ہم نے ایسے موقع پر گھر کی جھاڑو والی کو بھی خوش کر دیا برتن دھونے والی کو بھی خوش کر دیا، حضرت ہم نے آج سب کو خوش کر دیا آج کوئی ناراض نہیں ہے۔

فرمایا آج تم نے سب کو خوش کر دیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تم خوش نہ کر سکے، وہ اس طرح کی چیزوں کو پسند نہیں کرتے، کبھی تم نے تحقیق کی، پوچھا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکام کیا ہیں؟ آج امت کا یہی حال ہے ایک چیز تو فرمایا بے وزن کروا سے، ہم بھی بے وزن ہیں عوام میں، ہماری کوئی قیمت عوام کے اندر نہیں آج، آج عوام کی قیمت ہے۔

بعض کچے ہوتے ہیں اور بعض مضبوط بھی ہوتے ہیں جو مضبوط ہوتا ہے وہ جما رہتا ہے بے چارہ ہر زم گرم میں، پرواہ نہیں کرتا وہ حالات کی، وہ جما رہتا ہے، اس کے جمے رہنے کے بعد اس کے اثرات ہوتے ہیں، لوگ اس سے جڑتے ہیں، دشمنوں نے کہا جب یہ بات دیکھو تو اس کے مروانے کی اسکیم بناؤ، مرواؤ اس کو بھگاؤ، قتل کرو، زہر دے کے اس کو ماردو، اور بڑے بڑے ملک کے صدر مارے گئے، آج تک پتہ نہیں چلا کس نے مارا، ایک

مسجد کا مُلّا مارا جائے اس کی کون تحقیق کرے گا کہ مسجد کا مُلّا بے چارہ کیوں مارا گیا۔

باطل کی نگاہیں علماء اور دینداروں پر ہوتی ہیں

ایک مولوی صاحب ضلع بستی میں تھے ان کا ایک معمول تھا عصر سے پہلے کتاب پڑھائی اور پھر سائیکل لی اور اطراف میں جہاں کہیں جماعت ہوتی وہاں پہنچ جاتے، عشاء تک رہتے اور جماعت نہ ہوتی تو مقامی ساتھی کو لے کر اس بستی میں گشت کرتے، ان کا بیس سال کا معمول تھا۔

ایک دن مولوی صاحب عشاء کے بعد نہیں آئے بیوی صاحبہ نے کافی پتہ کروایا لیکن حال معلوم نہ ہوا اور نہ آئے تو بیوی نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. لگتا ہے کہ مولوی صاحب اب دنیا میں باقی نہیں رہے کیوں کہ چالیس سال کا معمول تھا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ گشت سے فارغ ہو کر گھر نہ آئے ہوں۔

چنانچہ چند دنوں کے بعد بیوی کے خواب میں آئے اور کہا کہ مجھے دشمنوں نے شہید کر دیا ہے اور میری لاش ایک بوری میں باندھ کر ندی کے فلانے کنارے پر پھینک دیا ہے اللہ کے واسطے مجھے سنت طریقے پر دفن کرو، جب جا کر وہاں دیکھا تو شہد کی مکھیاں بھن بھنا رہی تھیں اور سات دن ہوئے تھے لاش ویسے ہی تازہ تھی اور اس سے خوشبو مہک رہی تھی، انہیں سنت طریقے کے مطابق دفن کر دیا گیا۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نصیب فرمائے، ایمان و یقین اور اخلاص کی دولت عطا فرمائے......آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مؤلف کی دیگر مفید کتابیں

اسلاف کی طالب علمانہ زندگی	محبت رسول نقل وعقل کی روشنی میں
الفیض الحجازی شرح المنتخب الحسامی	عیون البلاغۃ شرح دروس البلاغۃ
الرحمۃ الواسعۃ فی حل البلاغۃ الواضحۃ	آسان حج (اردو، ہندی، گجراتی، انگریزی)
خطبات دعوت (اول) بیانات مولانا احمد لاٹ صاحب	رسول اکرم ﷺ کی اخلاقی زندگی
خطبات سلف (اول، دوم، سوم) علماء کرام سے خطاب	مجلۃ الوداعۃ والتبلیغ (عربی)
خطبات سلف (چہارم، پنجم) طلباء کرام سے خطاب	معراج کا سفر
خطبات سلف (ششم) حجاج کرام سے خطاب	شب برأت کا پیغام امت مسلمہ کے نام
رمضان المبارک تربیت کا مہینہ	شب قدر کا پیغام امت مسلمہ کے نام
اعتکاف کی حقیقت	عید الفطر کا پیغام امت مسلمہ کے نام
عید الاضحیٰ کا پیغام امت مسلمہ کے نام	حج کا پیغام امت مسلمہ کے نام
حجۃ الوداع یعنی رسول اکرم ﷺ کا الوداعی حج	جمعہ عید کا دن ہے
مسجد اللہ کا گھر ہے	

خطبات دعوت

اخلاقی زندگی

الرحمة الواسعة
البلاغة الواضحة

عيون البلاغة
شرح
دروس البلاغة

حجة الوداع

آسان حج

اسلاف
طالب علمانہ زندگی